احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

جنوری ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خاں ناصر

ایڈیٹر نصر اللہ خان صاحب

مذہب کی اصل غرض

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"جس غرض کیلئے مذہب کو انسان کے لازم حال کیا گیا ہے وہ غرض مفقود ہے۔ دل کی حقیقی پاکیزگی اور خدا تعالیٰ کی سچی محبت اور اس کی مخلوق کی سچی ہمدردی اور علم اور رحم اور انصاف اور فروتنی اور دوسرے تمام پاک اخلاق اور تقویٰ اور طہارت اور راستی جو ایک مذہب کی رُوح ہے اُس کی طرف اکثر انسانوں کو توجہ نہیں۔ مقام افسوس ہے کہ دنیا میں مذہبی رنگ میں تو جنگ وجدل روز بروز بڑھتے جاتے ہیں۔ مگر روحانیت کم ہوتی جاتی ہے۔ مذہب کی اصلی غرض اس سچے خدا کا پہچاننا ہے جس نے اس تمام عالم کو پیدا کیا ہے اور اُس کی محبّت میں اس مقام تک پہنچنا ہے جو غیر کی محبت کو جلا دیتا ہے۔ اور اس کی مخلوق سے ہمدردی کرنا ہے اور حقیقی پاکیزگی کا جامہ پہننا ہے..."

(لیکچر لاہور

رُوحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۴۸)

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

صلح ۱۳۷۶ ہش
جنوری ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر
نصر اللہ خان ناصر

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی ربوہ

اس ماہ کے شمارہ میں

جلد نمبر ۳۸ شمارہ نمبر ۱

شرح چندہ

سالانہ (پاکستان) ساٹھ روپے

قیمت فی پرچہ ۶ روپے

ادا ریہ

نزول رحمت کے مبارک ایام

محاسبہ نفس اور اصلاح معاشرہ کا اہم موقعہ

نئے سال (1997ء) کا آغاز ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نئے سال کو عالمگیر جماعت احمدیہ اور ساری انسانیت کے لئے مبارک کرے۔ یہ سال امن و سلامتی والا ہو رنگ و نسل اور مذہب و ملت کی تفریق کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تمام اقوام عالم باہمی محبت و اخوت کے لئے جدوجہد کریں تا دنیا امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے یہ ہماری خواہش ہے تمنا ہے اور دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والی آواز ہے۔

حسن اتفاق سے عیسوی سال کی ابتداء کے ساتھ ہی رمضان المبارک بھی شروع ہو رہا ہے جس کے روز و شب مبارک ہیں۔ صبر و استقلال اور ہمدردی خلق سے معمور دن اور انوار الہیہ سے روشن راتیں ہیں۔ یہ مبارک مہینہ ہے جو محاسبہ کا بہترین موقعہ مہیا کرتا اور احتساب کے خدشات دور کرتا ہے۔

○ یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کا چاند دیکھتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امن و ایمان سلامتی اور اسلام، توحید اور رشد و خیر کی دعا کرنے کی ہدایت کی ہے

○ یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کا اول عشرہ موجب رحمت، درمیانی عشرہ موجب بخشش اور آخری عشرہ ہر قسم کی ظاہری و باطنی آگ کی تلخیوں سے آزادی کا باعث ہے۔

○ یہ وہ مبارک مہینہ ہے جسے ایمان و احتساب کے ساتھ گزارنے والا تمام گناہوں سے بخشش حاصل کر کے فلاح دارین حاصل کرتا ہے۔

○ یہ وہ مبارک دن ہیں جن سے مومن دو خوشیاں پاتا ہے۔ جب دن کی عبادت پوری کرتا ہے تو وہ ایک فرحت محسوس کرتا ہے اور تاریک رات کی عبادات سے جب انوار الہیہ سے متمتع ہو کر لقاء کا مقام پاتا ہے تو دوسری فرحت پاتا ہے۔

○ یہ وہ مبارک دن ہیں جن میں روزہ دار مومن کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو کستوری سے زیادہ خوشگوار پاکیزہ اور پسندیدہ ہے اور صائم کے اخلاق حسنہ اور خوش گفتاری کا اتنا غلبہ ہوتا ہے جو کہ مشک سے بڑھ کر

اثرات رکھتا ہے۔

○ جس کے مبارک دنوں میں انی صائم کی مومنانہ پکار تمام بے ہودہ باتوں شور و شر گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے پر غالب آتی ہے۔

○ وہ مبارک دن جو جھوٹ کے فساد اور نجاست اور اس سے ظاہر ہونے والے افعال و اعمال سے روزہ دار معاشرہ کو محفوظ رکھتے ہیں۔

○ وہ مبارک دن جن کا ہر لمحہ صدقہ و دعا میں گزرتا ہے۔ اور غرباء و مساکین سے محبت و ہمدردی سے خوشگوار ماحول پیدا کرتا ہے۔

○ وہ مبارک اوقات جن کا ہر لحظہ موجب برکت قرار پاتا ہے۔ سحری کھانا بھی برکت اور افطاری بھی برکت کا موجب بنتی ہے۔

○ وہ مبارک ایام جس کے شب و روز عبادت ذکر الٰہی، قرآن کریم سے محبت اور دعاؤں میں گزرتے ہیں وہ مبارک مہینہ جن میں روزہ دار کی محض خدا تعالیٰ کے لئے خالصتاً عبادت سے اس کو ایسی جزا ملتی ہے جو سب جزاؤں سے بڑھ کر ہے۔

○ وہ مبارک مہینہ جس میں روزہ کی عبادت اپنے لوازمات کے ساتھ مومن کے لئے ڈھال بنتی ہے۔ جو ہر قسم کے شیطانی حملوں اور منفی تحریکات سے مومن کو بچاتی ہے۔

الغرض یہ وہ مبارک مہینہ ہے جو اپنی تمام تر خصوصیات سے جنت کو قریب تر ہی نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے وفادار بندوں کے لئے یہ دنیا بھی جنت قرار پاتی ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"اِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ" (بخاری کتاب الصوم)

کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

پس یہ واضح حقیقت ہے کہ ماہ رمضان المبارک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ مبارکہ کے مطابق گزارنے سے ہم اپنے گھروں، اپنے ماحول، اپنے دیہات، اپنے شہروں، اور اپنے پورے معاشرہ کو جنت بنایا جاسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا ہی جنت نظیر معاشرہ قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

امام الکلام

"دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے"

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"... یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دعا کرتے ہیں اور تمام نماز دعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں کیونکہ وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے وہ فنا کرنے والی چیز ہے وہ گداز کرنے والی آگ ہے وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے جو آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تند سیل ہے مگر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔

مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں۔ تھکتے نہیں کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔

مبارک تم جبکہ دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے۔ کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جاوے گا.... دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا۔ اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی۔ دعا خدا سے آتی ہے اور خدا ہی کی طرف جاتی ہے۔ دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے۔ دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنی صفات میں تبدیلی کرتا ہے اور اس کے صفات غیر متبدل ہیں مگر تبدیلی یافتہ کے لئے اس کی ایک الگ تجلی ہے جس کو دنیا نہیں جانتی گویا وہ اور خدا ہے حالانکہ اور کوئی خدا نہیں مگر نئی تجلی نئے رنگ میں اس کو ظاہر کرتی ہے تب اس خاص تجلی کی شان میں اس تبدیل یافتہ کے لئے وہ کام کرتا ہے جو دوسروں کے لئے نہیں کرتا۔ یہی وہ خوارق ہیں۔

غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے اس دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانہ حضرت احدیت پر گرتی ہے.... "

(لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۲۲، ۲۲۳)

کلام الامام

روزہ۔ نیکی کے لئے مشقت برداشت کرنا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی روزہ کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”روزے قوم میں قربانی کی عادت پیدا کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔ دین کی خدمت کیلئے بالعموم مومنوں کو گھروں سے نکلنا پڑتا ہے۔ اور تبلیغی جہاد میں کھانے پینے کی تکالیف کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے غرباء کو تو ایسی تکالیف برداشت کرنے کی عادت ہوتی ہے مگر امراء کو اس کی عادت نہیں ہوتی۔ پس روزوں کے ذریعہ ان کو بھی بھوک اور پیاس کی برداشت کی مشق کرائی جاتی ہے...

پس روزوں کا یہ ایک بہت بڑا فائدہ ہے کہ اس کے ذریعہ انسان کو نیکی کے لئے مشقت برداشت کرنے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان دنیا میں کئی قسم کے کام کرتا ہے وہ محنت و مشقت بھی کرتا ہے وہ آوارگی بھی کرتا ہے وہ ادھر ادھر بھی پھرتا ہے وہ گپیں بھی ہانکتا ہے۔ بالکل فارغ نہ انسانی دماغ رہتا ہے نہ اس کا جسم۔ کچھ نہ کچھ کام انسان ضرور کرتا رہتا ہے ...... لیکن رمضان انسان کو ایک ایسے کام کی عادت ڈالتا ہے جس کے نتیجہ میں اسے نیک کاموں میں مشقت برداشت کرنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ انسانی زندگی کی راحت اور آرام کی چیزیں کیا ہوتی ہیں یہی کھانا پینا سونا اور جنسی تعلقات، تمدن کا اعلیٰ نمونہ جنسی تعلقات میں سب سے زیادہ قریبی تعلق میاں بیوی کا ہے۔ پس انسانی آرام انہی چند باتوں میں مضمر ہے کہ وہ کھاتا ہے۔ وہ پیتا ہے وہ سوتا ہے اور وہ جنسی تعلقات قائم رکھتا ہے کسی صوفی نے کہا ہے کہ تصوف کی جان کم بولنا، کم کھانا اور کم سونا ہے اور رمضان اس تصوف کی ساری جان کا نچوڑا اپنے اندر رکھتا ہے۔ کم سونا آپ ہی اس میں آجاتا ہے کیونکہ رات کو تہجد کے لئے اٹھنا پڑتا ہے۔ کم کھانا بھی ظاہر بات ہے کیونکہ سارا دن فاقہ کرنا پڑتا ہے اور جنسی تعلقات کی کمی بھی ظاہر ہے پھر کم بولنا بھی رمضان میں آجاتا ہے۔ اس لئے رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا۔ **روزہ** یہ نہیں کہ انسان اپنا منہ کھانے پینے سے بند رکھے بلکہ روزہ یہ ہے کہ تو کوئی لغو بات بھی نہ کرے۔ پس روزہ دار کے لئے بے ہودہ باتوں سے بچنا لڑائی جھگڑے سے بچنا اور اسی طرح کی اور لغو باتوں سے پرہیز کرنا بھی ضروری ہوتا ہے اس طرح کم بولنا بھی رمضان میں آگیا ہے گویا کم کھانا کم بولنا۔ کم سونا اور جنسی تعلقات کم کرنا چاروں باتیں رمضان میں آگئیں۔...... اور انسانی زندگی کا ان سے گہرا تعلق ہے۔ پس جب ایک روزہ دار ان چاروں آرام و آسائش کے سامانوں میں کمی کرتا ہے تو اس میں مشقت کا مردانہ وار مقابلہ کرتا اور کامیابی حاصل کرتا ہے“

(تفسیر کبیر جلد دوم ص 376، 377)

عربی منظوم کلام

وَاِنَّ سِرَاجِیْ قَوْلُہٗ وَکِتَابُہٗ فَاِنْ اَعْصِہٖ فَسَنَاہُ مِنْ اَیْنَ اَطْلُبُ

اور میرا چراغ تو اس کا فرمودہ اور اس کی کتاب ہے اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو اس کی روشنی کہاں سے طلب کروں۔

وَ اِنَّ کِتَابَ اللّٰہِ بَحْرُ مَعَارِفٍ وَ نَجِدَنَّ فِیْہِ عُیُوْنَ مَانَسْتَعْذِبُ

اور بے شک اللہ کی کتاب تو معارف کا سمندر ہے اور ہم اس میں ضرور ایسے چشمے پاتے ہیں جنہیں ہم شیریں پاتے ہیں۔

وَ کَمْ مِّنْ نِّکَاتٍ مِثْلَ غِیْدٍ تَمَتَّعَتْ بِہَا مُھْجَتِیْ مِنْ ھُدٰیِ رَبِّیْ فَجَرِّبُوْا

اور بہت سے نکتے نازک اندام دلرباؤں کی طرح ہیں کہ لطف اندوز ہوئی ان سے میری جان اپنے رب کی رہنمائی سے۔ پس تم بھی تجربہ کرو۔

اِذَا مَانَظَرْتُ اِلٰی ضِیَاءِ جَمَالِہٖ فَاِذَا الْجَمَالُ عَلٰی سَنَا الْبَرْقِ یَغْلِبُ

جب میں نے اس کے جمال کی روشنی کو دیکھا تو ناگاہ اس کا حسن بجلی کی روشنی پر بھی غالب آ رہا تھا۔

یَصُدُّ عَنِ الطَّغْوٰی وَیَھْدِیْ اِلَی التُّقٰی خَفِیْرٌ اِلٰی طُرَقِ السَّلَامَۃِ یَجْلِبُ

وہ سرکشی سے روکتا ہے اور تقویٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ وہ پناہ دینے والا ہے (اور) سلامتی کی راہوں کی طرف کھینچتا ہے۔

یَجُرُّ اِلَی الْعُلْیَا وَ جَاءَ مِنَ الْعُلٰی کَمَا ھُوَ اَمْرٌ ظَاہِرٌ لَیْسَ یُحْجَبُ

وہ بلندی کی طرف کھینچتا ہے اور بلندی سے آیا ہے جیسا کہ یہ بات ظاہر ہے پردہ میں نہیں۔

یُضِیْءُ الْقُلُوْبَ وَیَدْفَعَنَّ ظَلَامَھَا وَ یَشْفِی الصُّدُوْرَ سَوَادُہٗ وَیُھَذِّبُ

وہ دلوں کو روشن کرتا اور ان کی تاریکیوں کو دور کرتا ہے اور اس کی تحریر سینوں کو شفا دیتی ہے اور مہذب کرتی ہے۔

فَقُلْتُ لَہٗ لَمَّا شَرِبْتُ زُلَالَہٗ فِدًی لَّکَ رُوْحِیْ اَنْتَ عَیْنِیْ وَ مَشْرَبُ

پس میں نے قرآن سے کہا جب میں نے اس کا صاف پانی پیا۔ تجھ پر میری جان قربان ہو کہ تو میرا چشمہ اور گھاٹ ہے۔

(القصائد الاحمدیہ صفحہ ۹۴، ۹۵)

فارسی منظوم کلام

○

یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب ٭ نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ایک نُورانی کتاب سے ایک قدم بھی دُور رہنا ہمارے نزدیک کفر و زیاں اور ہلاکت ہے

تا نباشد طالبے پاک اندروں ٭ تا نجوشد عشقِ یارِ بے چگوں!

جب تک طالبِ حق پاک باطن نہیں ہوتا اور جب تک اُس یارِ بے مثال کا عشق اس کے دل میں جوش نہیں مارتا

رازِ قرآں را کجا فہمند کسے ٭ بہر نورے نورے باید بسے

تب تک کوئی قرآنی اسرار کو کیونکر سمجھ سکتا ہے۔ نُور کے سمجھنے کے لئے بہت سا نُورِ باطن ہونا چاہیئے

ایں نہ من قرآں ہمیں فرمودہ است ٭ اندر و شرطِ تطہّر بودہ است

یہ میری بات نہیں بلکہ قرآن نے بھی فرمایا ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے پاک ہونے کی شرط ہے

الغرض فرقاں مدارِ دینِ ماست ٭ اُو انیسِ خاطرِ غمگینِ ماست

الغرض قرآن ہمارے دین کی بنیاد ہے۔ وہ ہمارے غمگین دل کو بہلانے والا دوست ہے

نورِ فرقاں مے کشد سُوئے خدا ٭ می تواں دیدن از و روئے خدا

فرقان کا نُورِ خدا کی طرف کھینچتا ہے۔ اس سے خدا کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔

روئے من از نورِ روئے اُو بتافت ٭ یافت از فیضش دلِ من ہر چہ یافت

میرا منہ اُس کے منہ کے نور کی وجہ سے چمک اُٹھا میرے دل نے جو کچھ بھی پایا اسی کے فیض سے پایا

چوں دو چشمم کس نداند آں جمال ٭ جانِ من قربانِ آں شمس الکمال

جس قدر میری دونوں آنکھیں اُس کے حُسن کو جانتی ہیں اور کوئی نہیں جانتا۔ میری جان کمالات کے اس سورج پر قربان ہے۔

(سراج منیر۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۹۶)

درس الحدیث

تلاوت قرآن کی اہمیت

"عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَ طَعْمُھَا طَیِّبٌ وَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ التَّمْرَۃِ طَعْمُھَا طَیِّبٌ وَلَا رِیْحَ لَھَا وَ مَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الرَّیْحَانَۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَ طَعْمُھَا مُرٌّ وَّ مَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَۃِ طَعْمُھَا مُرٌّ وَّ لَا رِیْحَ لَھَا"

(ابوداؤد کتاب الادب باب من یومران یجالس)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم پڑھنے والے مومن کی مثال نارنگی کی سی ہے کہ جس کا مزہ بھی اچھا ہوتا ہے اور خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور اس مومن کی مثال جو قران کریم کی تلاوت نہیں کرتا کھجور کی طرح ہے کہ اس کا مزہ تو اچھا ہے لیکن اس کی خوشبو نہیں ہوتی۔ اور اس فاجر کی مثال جو قرآن کریم پڑھتا تو ہے ریحان کی طرح ہے۔ جس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے لیکن اس کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے اور اس فاجر کی مثال جو قرآن کریم نہیں پڑھتا حنظل کی طرح ہے جس میں مہک اور خوشبو بھی نہیں ہوتی اور اس کا مزہ بھی تلخ اور کڑوا ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ فَلَیْسَ مِنَّا"

(ابواب داؤد کتاب الصلوٰۃ باب کیف یستحب الترتیل فی القرآن)

یعنی جو شخص قرآن مجید خوش الحانی سے اور سنوار کر نہیں پڑھتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فکر و تدبر کے ساتھ تلاوت قرآن کی ہدایت فرمائی آپ نے فرمایا

"لَمْ یَفْقَہْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فِیْ اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ"

(ترمذی ابواب القراۃ)

جس نے تین دن سے کم عرصہ میں قرآن کریم کو ختم کیا اس نے قرآن کا کچھ بھی نہیں سمجھا (یعنی قرآن

باقی ص۲۱ پر

حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ذریعہ

قرآن کریم کی عظمت وشوکت کا ظہور

حضرت اقدس ..... کی پُر معارف تحریرات سے

ایڈیٹر

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالَم ہے ∴ جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
کس سے اس نُور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ ∴ وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ کامل کتاب ہے اور اپنے اندر تمام حُسن وکمال رکھتا ہے اور اس میں ہر زمانہ کے لئے علوم ومعارف کے خزانے موجود ہیں۔ انسانی تمدّن کے نشیب وفراز، معاشرہ کی ضروریات، روحانی اور سائنسی علوم کے لئے یہ ایک جامع صحیفہ ہے اور ہر دَور میں بنی نوع انسان کے لئے راہنمائی کا موجب ہے۔ جس کی نظیر اور مثل دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی۔ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

"وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ"

یعنی کوئی بھی ایسی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم ضرورت اور اندازے سے ان خزانوں کو نازل کرتے ہیں۔

مسیح ومہدی کا ایک منصب اور فریضہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ اموال وخزانے تقسیم کرے گا۔ مگر انہیں کوئی قبول نہیں کرے گا۔ یعنی وہ ایسی دولت ہوگی جسے لوگ مسیح ومہدی کے انکار کی وجہ سے قبول نہیں کریں گے۔ یہ اموال قرآنی علوم ہیں۔ جن کے عطا کرنے کے لئے امام آخر الزمان نے آنا تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ ...... اسی غرض سے دنیا میں آئے کہ قرآن کریم کے تمام علوم ومعارف کے خزانے دنیا کو دیں۔ اور زمانہ کی ضرورت کے مطابق قرآن کریم سے بنی نوع انسان کی راہنمائی کریں۔ تا اس ذریعہ سے دین حق کی صداقت وعظمت قائم ہو۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

"هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ

کُلِّہٖ۔ یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے ...... اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔"

(چشمہ معرفت ص۸۳ ۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ ص۹۱)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود...... کے ذریعہ اس غلبہ کا ظہور مقدر کیا تھا۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود...... نے فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ اس احقر العباد کو اس زمانے میں پیدا کر کے اور صدہا نشانِ آسمانی اور خوارقِ غیبی اور معارف و حقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائلِ عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیماتِ حقّہ قرآن کو ہر قوم ہر ملک میں شائع اور رائج فرمایا جائے۔ اور اپنی محبت ان پر پوری کرے۔"

(براہین احمدیہ حاشیہ در حاشیہ روحانی خزائن جلد ۱ ص۵۷۴)

نیز فرمایا:۔

"چنانچہ منجملہ ان شاخوں کے ایک شاخ تالیف و تصنیف کا سلسلہ ہے۔ جس کا اہتمام اس عاجز کے سپرد کیا گیا اور وہ معارف و حقائق سکھلائے گئے جو انسان کی طاقت سے نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی طاقت سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور انسانی تکلّف سے نہیں بلکہ روح القدس کی تعلیم سے مشکلات حل کر دیئے گئے ہیں۔"　(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۳ ص۱۲)

چنانچہ منشائے ربّانی کے مطابق آپ خدمتِ قرآن کے لئے کمربستہ ہوئے اور ایسے علوم و معارف کا آبِ حیات پیش کیا جو احیاءِ موتٰی کے لئے معجزات سے کم نہ تھے۔ مگر یہ سب کچھ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اور برکت سے تھا۔ آپ نے دنیا کو اس عظیم حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

؎ دِگر اُستاد را نامے نہ دانم　∴　کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

"خداوند کریم نے اُسی رسول مقبولؐ کی متابعت اور محبت کی برکت

سے اور اپنے کلام کی پیروی کی تاثیر سے اس خاکسار کو اپنے مخاطبات سے خاص کیا ہے۔ اور علوم لدنّیہ سے سرفراز فرمایا ہے اور بہت سے اسرار مخفیہ سے اطلاع بخشی ہے۔ اور بہت سے حقائق اور معارف سے اس ناچیز کے سینہ کو پُر کر دیا اور بارہا بتلا رہا ہے کہ یہ سب عطیات اور عنایات اور یہ سب تفضّلات اور احسانات اور یہ سب تلطّفات اور توجّہات اور یہ سب انعامات اور تائیدات اور یہ سب مکالمات اور مخاطبات بیُمنِ متابعت و محبت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

؎ جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد ❖ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۶۴۵، ۶۴۶)

حضرت اقدس مسیح موعود...... نے قرآنی حقائق و معارف کو مذاہب عالم کے مقابل پیش کیا اور انہیں چیلنج دیا کہ وہ اپنی مذہبی کُتب سے یہ کمالات پیش کریں، مگر کوئی بھی مقابل پر نہ آیا۔

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ...... نے عظمتِ قرآن کو دلائل و براہین سے اس طور پر ثابت کیا کہ جس کے سامنے مذاہب باطلہ کے سومنات منہدم ہوگئے۔ آپ نے توحید و معرفتِ الٰہی۔ تعلق باللہ۔ محاسنِ قرآن عظیم اور حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلیٰ و ارفع مقام اس طور پر بیان کیا کہ تمام معاندین دینِ حق مبہوت رہ گئے۔ آپ نے براہین احمدیہ میں نہایت شرح و بسط سے سینکڑوں دلائل پیش کئے۔ جن میں دینِ حق کی عظمت و فوقیت کو پیش کیا، اور پھر اس عظیم الشان کانفرنس کی تقریب پیدا ہوئی جو ۱۸۹۶ء میں دھرم مہوتسو لاہور کے نام سے منعقد ہوئی۔ یہ وہ جلسہ اعظم مذاہب لاہور ہے جس میں حضرت اقدس کا مضمون پڑھا گیا۔ اس مضمون پر جلسہ کے منتظمین اور سامعین نے بے اختیار کہا کہ یہ مضمون "سب پر بالا رہا"۔ قرآنی حقائق کے یہی وہ خزائن ہیں جو حضرت مسیح موعود...... کی تحریرات سے نظر آتے ہیں۔

علوم و معارف کے خزائن۔ حضرت اقدس کی تحریرات سے

○ قرآنی خزائن کا غیر محدود ہونا:-

"...... خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْئٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ یعنی ہر ایک چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں مگر بقدر معلوم اور بقدر ضرورت ہم ان کو اتارتے ہیں۔ سو جس قدر معارف و حقائق بطونِ قرآن میں چھپے ہوئے ہیں جو ہر ایک قسم کے ادیان فلسفیہ و غیر فلسفیہ کو مقہور و مغلوب کرتے ہیں ان کے ظہور کا زمانہ یہی تھا۔ کیونکہ وہ بجز تحریک پیش آمدہ کے ظاہر نہیں ہو سکتے تھے۔ سو اب مخالفانہ حملے جو نئے فلسفہ کی طرف سے ہوئے تو ان معارف کے ظاہر ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ اور ممکن نہیں تھا کہ بغیر اس کے وہ معارف ظاہر ہوں۔ اسلام تمام ادیان باطلہ پر فتح پا سکے۔ کیونکہ سیفی فتح کچھ چیز نہیں اور چند روزہ اقبال کے دُور ہو جانے سے وہ فتح بھی معدوم ہو جاتی ہے۔ سچی اور حقیقی فتح وہ ہے جو معارف اور حقائق اور کامل صداقتوں کے لشکر کے ساتھ حاصل ہو۔ سو وہ یہ فتح ہے جو اب اسلام کو نصیب ہو رہی ہے۔ بلاشبہ یہ پیشگوئی اس زمانہ کے حق میں ہے۔ اور سلف صالح بھی ایسا ہی سمجھتے آئے ہیں۔ یہ زمانہ درحقیقت ایسا زمانہ ہے جو بالطبع تقاضا کر رہا ہے جو قرآن شریف ان تمام بطون کو ظاہر کرے جو اس کے اندر مخفی چلے آتے ہیں......"

(ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۴ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۶۴-۴۶۵)

○ بے مثل کلام اور بحرِ ذخّار:-

"قرآن شریف وہ کتاب ہے جس نے اپنی عظمتوں اپنی حکمتوں اپنی صداقتوں اپنی بلاغتوں اپنے لطائف و نکات اپنے انوارِ روحانی کا آپ دعویٰ کیا ہے اور اپنا بے نظیر ہونا آپ ظاہر فرما دیا ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں کہ صرف مسلمانوں نے فقط اپنے خیال میں اس کی خوبیوں کو قرار دیا ہے بلکہ وہ تو خود اپنے کمالات کو بیان فرماتا ہے۔ اور اپنا بے مثل و مانند ہونا تمام مخلوقات کے مقابلہ پر پیش کر رہا ہے اور بلند آواز ھَلْ مِنْ مُعَارِضٍ کا نقارہ بجا رہا ہے۔ اور دقائق و حقائق اس کے صرف دو تین نہیں جس میں کوئی نادان شک بھی کرے بلکہ اس کے دقائق تو بحرِ ذخّار کی طرح جوش مار رہے ہیں اور آسمان کے ستاروں کی طرح جہاں نظر

ڈالو چمکتے نظر آتے ہیں۔ کوئی صداقت نہیں جو اس سے باہر ہو۔ کوئی حکمت نہیں جو اس کے محیط بیان سے رہ گئی ہو۔ کوئی نور نہیں جو اس کی متابعت سے نہ ملتا ہو۔ اور یہ بات بلا ثبوت نہیں۔ کوئی ایسا امر نہیں جو صرف زبان سے کہا جاتا ہے۔ بلکہ یہ وہ متحقق اور بدیہی الثبوت صداقت ہے کہ جو تیرہ سو برس سے برابر اپنی روشنی دکھلاتی چلی آئی ہے۔ اور ہم نے بھی اس صداقت کو اپنی اس کتاب میں نہایت تفصیل سے لکھا ہے اور دقائق اور معارف قرآنی کو اس قدر بیان کیا ہے کہ جو ایک طالب صادق کی تسلی اور تشفی کے لئے بحر عظیم کی طرح جوش مار رہے ہیں۔" (براہین احمدیہ

روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۶۶۲ تا ۶۶۵)

○ قرآن کریم۔ حقائق و معارف کا جامع ہے:-

"قرآن کریم صرف اپنی بلاغت و فصاحت ہی کے رُو سے بے نظیر نہیں بلکہ اپنی ان تمام خوبیوں کی رُو سے بے نظیر ہے جن خوبیوں کا جامع وہ خود اپنے تئیں قرار دیتا ہے۔ اور یہی صحیح بات بھی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ صادر ہے اُس کی صرف ایک خوبی ہی بے مثل نہیں ہونی چاہیئے بلکہ ہر یک خوبی بے مثل ہوگی۔ بلاشبہ جو لوگ قرآن کریم کو غیر محدود حقائق اور معارف کا جامع نہیں سمجھتے وہ ماقدروا القرآن حق قدرہٖ میں داخل ہیں۔ خدا تعالیٰ کی پاک اور سچی کلام کو شناخت کرنے کے لئے یہ ایک ضروری نشانی ہے کہ وہ اپنی جمیع صفات میں بے مثل ہو کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو چیز خدا تعالیٰ سے صادر ہوئی ہے اگر مثلاً ایک جَو کا دانہ ہے وہ بھی بے نظیر ہے۔ اور انسانی طاقتیں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اور بے مثل ہونا غیر محدود ہونے کو مستلزم ہے۔ یعنی ہر یک چیز ایسی حالت میں بے نظیر ٹھہر سکتی ہے جبکہ اس کی عجائبات اور خواص کی کوئی حد اور کنارہ نظر نہ آوے اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں یہی خاصیت خدا تعالیٰ کی ہر یک مخلوق میں پائی جاتی ہے۔ مثلاً اگر ایک درخت کے پتّے کی عجائبات کی ہزار برس تک بھی تحقیقات کی جائے۔ تو وہ ہزار برس ختم ہو جائے گا مگر اس پتّہ کے عجائبات ختم نہیں ہوں گے۔ اور اس میں سرّ یہ ہے کہ جو چیز غیر محدود قدرت سے وجود پذیر ہوئی ہے اس میں غیر محدود عجائبات اور خواص کا پیدا ہونا ایک لازمی اور ضروری امر ہے اور یہ آیت کہ قل لو کان البحر مدادًا لکلمات ربّی لنفد البحر

قبل ان تنفد کلمات ربیّ ولو جئنا بمثلہ مددًا اپنے ایک معنے کے رُو سے اسی امر کی مؤید ہے کیونکہ مخلوقات اپنے مجازی معنوں کی رُو سے تمام کلمات اللہ ہی ہیں...... سو ان معنوں کے رُو سے اس آیت کا یہی مطلب ہوا کہ خواصِ مخلوقات بیحد اور بے نہایت ہیں۔ اور جبکہ ہر یک چیز اور ہر یک مخلوق کے خواص بے حد اور بے نہایت ہیں اور ہر یک چیز غیر محدود عجائبات پر مشتمل ہے تو پھر کیونکر قرآن کریم جو خدا تعالیٰ کا پاک کلام ہے صرف ان چند معانی میں محدود ہو گا۔" (کرامات الصادقین۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۶۰، ۶۱)

○ زندگی کے پانی کا بحرِ موّاج :-

"وَاللہِ اِنَّہٗ دُرَّۃٌ یَتِیْمَۃٌ ظَاہِرُہٗ نُوْرٌ وَبَاطِنُہٗ نُوْرٌ وَفَوْقَہٗ نُوْرٌ وَتَحْتَہٗ نُوْرٌ وَفِی کُلِّ لَفْظٍ نُوْرٌ۔ جَنَّۃٌ رُوْحَانِیَّۃٌ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُہَا تَذْلِیْلًا وَتَجْرِیْ تحتہا الانہار کل ثمرۃ السعادۃ توجد فیہ وکل قبس یقتبس منہ وَمن دونہ خرط القتاد موارد فیضہ سائغۃ فطوبیٰ للشاربین وقد قذف فی قلبی انوار منہ۔ ما کان لی ان استحصلہا بطریق اٰخر۔ و واللہ لولا القرآن ما کان لی لطف حیاتی۔ رأیت حسنہ ازید من مائۃ الف یوسف۔ فملتُ إلیہِ أشد میلی واشرب ہو فی قلبی۔ ہو ربّانی کما یربی الجنین۔ وَلہٗ فی قلبی اثر عجیب وَحسنہٗ یراودنی عن نفسی۔ وانّی اُدرکت بالکشفِ انّ حظیرۃ القدس تسقی بماء القرآن وھو بحر موّاج من ماء الحیاۃ مَن شرب منہ فھو یحییٰ بل یکون من المحیین۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۴۵ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۴۵-۵۴۶)

ترجمہ: خدا کی قسم وہ ایسا درِّ یتیم ہے کہ جس کا ظاہر بھی نور ہے اور باطن بھی نور ہے اور اس کے اوپر بھی اور نیچے بھی سب نور ہے۔ اور ہر لفظ میں نور ہے۔ وہ ایک ایسی رُوحانی جنّت ہے جس کے پھل بہت قریب کر دیئے گئے ہیں اور اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ہر قسم کی سعادت اور چیز کے پھل اس میں پائے جاتے ہیں اور ہر شعلۂ نُور اس سے لیا جاتا ہے۔ اور اس کے ورے ورے سب خاردار جھاڑیاں ہیں۔ اس کے فیض کے چشمے شیریں ہیں۔ بشارت

ہو اس چشمۂ فیض سے پینے والوں کو اور میرے دل میں اس کے انوار گھر کر گئے ہیں۔ کہ میرے لئے کسی بھی اور طریق سے ان انوار کا حصول ممکن نہ تھا۔ خدا کی قسم اگر قرآن نہ ہوتا تو میری زندگی بے مزہ ہوتی میں نے اس کے حسن کو لاکھوں یوسف سے بھی زیادہ دیکھا۔ پس میں اس کی طرف بہت شدّت سے مائل ہوا ہوں اور وہ میرے دل میں گھر کر گیا ہے۔ اُس نے میری اس طرح پرورش کی ہے جس طرح رحم میں بچے کی پرورش کی جاتی ہے۔ اور میرے دل میں اس کا عجیب اثر ہے۔ اور اس کا حسن میرے نفس کو غیر کی کشش سے دور رکھتی ہے۔ اور میں نے کشف میں دیکھا ہے کہ جنّت کا باغیچہ قرآنی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے۔ اور وہ یعنی قرآن کریم زندگی کے پانی کا موجیں مارتا ہوا سمندر ہے اور جس نے اس سمندر سے زندگی بخش پانی کا۔ پانی پیا وہ نہ صرف خود زندہ ہو گیا بلکہ وہ دوسروں کو زندگی دینے والا بن گیا۔

○ قرآن کریم سے خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین پیدا ہونا :-

"ہم اس بات کے گواہ ہیں اور تمام دنیا کے سامنے اس شہادت کو ادا کرتے ہیں کہ ہم نے اس حقیقت کو جو خدا تک پہنچاتی ہے **قرآن** سے پایا۔ ہم نے اس خدا کی آواز سُنی اور اسی کے پُرزور بازو کے نشان دیکھے جس نے قرآن کو بھیجا۔ سو ہم یقین لائے کہ وہی سچا خدا اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔ ہمارا دل اس یقین سے ایسا پُر ہے جیسا کہ سمندر کی زمین پانی سے۔ سو ہم بصیرت کی راہ سے اسی دین اور اس روشنی کی طرف ہر ایک کو بُلاتے ہیں۔ ہم نے اس نورِ حقیقی کو پایا جس کے ساتھ ظلماتی پردے اُٹھ جاتے ہیں اور غیر اللہ سے درحقیقت دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ یہی ایک راہ ہے جس سے انسان نفسانی جذبات اور ظلمات سے ایسا باہر آجاتا ہے جیسا کہ سانپ اپنی کینچلی سے۔"

(کتاب البریہ صفحہ ۶۵ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۶۵)

○ قرآن کریم کی روحانی تاثیرات :-

"اصل غرض آسمانی کتاب کی یہی ہونی چاہیئے کہ اپنی پیروی کرنے والے کو اپنی تعلیم اور تاثیر اور قوتِ اصلاح اور اپنی روحانی خاصیت سے ہر ایک گناہ اور گندی زندگی سے چھڑا کر ایک پاک زندگی عطا فرمائے۔ اور پھر پاک کرنے کے بعد خدا کی شناخت کے لئے ایک کامل بصیرت عطا کرے۔ اور

اس ذات بے مثل کے ساتھ جو تمام خوشیوں کا سرچشمہ ہے محبت اور عشق کا تعلق بخشے۔ کیونکہ درحقیقت یہی محبت نجات کی جڑ ہے اور یہی بہشت ہے جس میں داخل ہونے کے بعد تمام کوفت اور تلخی اور رنج و عذاب دُور ہو جاتا ہے۔ اور بلاشبہ زندہ اور کامل کتاب الہامی وحی ہے جو طالب خدا کو اسی مقصود تک پہنچا دے اور اس کو سفلی زندگی سے نجات دے کر اس محبوب حقیقی سے ملا دے۔ جس کا وصال عین نجات ہے اور تمام شکوک و شبہات سے مخلصی بخش کر ایسی کامل معرفت اس کو عطا کرے کہ گویا وہ اپنے خدا کو دیکھ لے اور خدا کے ساتھ ایسے مستحکم تعلقات اس کو بخش دے کہ وہ خدا کا وفادار بندہ بن جائے۔ اور خدا اس پر ایسا لطف و احسان کرے کہ اپنی انواع و اقسام کی نصرت اور مدد اور حمایت سے اس میں اور اس کے غیر میں فرق کر کے دکھلائے۔ اور اپنی معرفت کے دروازے اس پر کھول دے"۔ (چشمہ معرفت صفحہ ۲۹۱)

"...... میں ہر ایک پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ وہ کتاب جو ان ضرورتوں کو پورا کرتی ہے وہ قرآن شریف ہے۔ اس کے ذریعہ سے خدا کی طرف انسان کو ایک کشش پیدا ہو جاتی ہے اور دنیا کی محبت سرد ہو جاتی ہے اور وہ قادر جس کی قدرتوں کو غیر قومیں نہیں جانتیں۔ قرآن کی پیروی کرنے والے انسان کو خدا خود دکھا دیتا ہے اور عالم ملکوت کا اس کو سیر کراتا ہے اور اپنے انا الموجود ہونے کی آواز سے آپ اپنی ہستی کی اس کو خبر دیتا ہے....."

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۹۳ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۰۷)

○ قرآن کریم ہماری زندگی کا آب حیات ہے:۔

"سب سے سیدھی راہ اور بڑا ذریعہ جو انوار یقین اور تواتر سے بھرا ہوا اور ہماری روحانی بھلائی اور ترقی علمی کے لئے رہنما ہے **قرآن کریم** ہے جو تمام دنیا کے دینی نزاعوں کے فیصل کرنے کا متکفل ہو کر آیا ہے۔ جس کی آیت آیت اور لفظ لفظ ہزار ہا طور کا تواتر اپنے ساتھ رکھتی ہے اور جس میں بہت سا آب حیات ہماری زندگی کے لئے بھرا ہوا ہے اور بہت سی نادر اور بیش قیمت جواہر اپنے اندر مخفی رکھتا ہے جو ہر روز ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ یہی ایک عمدہ ہے جس کے ذریعہ ہم راستی اور ناراستی میں فرق

کر سکتے ہیں۔ یہی ایک روشن چراغ ہے جو عین سچائی کی راہیں دکھاتا ہے ......"
(ازالہ اوہام ص۲۸۱ روحانی خزائن جلد ۳ ص۳۸۱)

○ حالتِ جدیدہ اور سچا فلسفہ :-

"...... جب کبھی کسی حالتِ جدیدہ زمانہ نے اسلام کو کسی دوسرے مذہب کے ساتھ ٹکرا دیا ہے تو وہ تیز اور کارگر ہتھیار جو فی الفور کام آیا قرآن کریم ہی ہے۔ ایسا ہی جب کہیں فلسفی خیالات مخالفانہ طور پر شائع ہوتے رہے تو اس خبیث پودہ کی بیخ کنی آخر قرآن کریم ہی نے کی ہے۔ اور ایسا اس کو حقیر اور ذلیل کر کے دکھلا دیا کہ ناظرین کے سامنے آئینہ رکھ دیا۔ کہ سچا فلسفہ یہ ہے نہ وہ۔ حال کے زمانہ میں بھی جب اول عیسائی واعظوں نے سر اٹھایا اور بدفہم اور نادان لوگوں کو توحید سے کھینچ کر ایک عاجز بندہ کا پرستار بنانا چاہا اور اپنے معشوش طریق کو سوفسطائی طریق سے آراستہ کر کے ان کے آگے رکھ دیا اور ایک طوفان ملکِ ہند میں برپا کر دیا۔ آخر قرآن کریم ہی تھا جس نے انہیں پسپا کیا کہ اب وہ لوگ کسی باخبر آدمی کو منہ بھی نہیں دکھلا سکتے اور ان کے لئے لمبے چوڑے عذرات کو یوں الگ کر کے رکھ دیا جس طرح کوئی کاغذ کا تختہ لپیٹے۔"
(ازالہ اوہام ص۲۸۲ روحانی خزائن جلد ۳ ص۳۸۲)

○ کامل متبعین کے لئے علوم و معارف :-

"متبعین قرآن شریف کو جو انعامات ملتے ہیں اور جو مواہبِ خاصہ ان کے نصیب ہوتے ہیں اگر وہ بیان اور تقریر سے خارج ہیں۔ مگر اُن میں سے کئی ایک ایسے انعاماتِ عظیمہ ہیں جن کو اس جگہ مفصل طور پر بغرض ہدایت طالبین بطور نمونہ لکھنا قرین مصلحت ہے۔ چنانچہ وہ ذیل میں لکھے جاتے ہیں :-

ازاں جملہ علوم و معارف ہیں جو کامل متبعین کو خوانِ نعمت فرقانیہ سے حاصل ہوتے ہیں جب انسان فرقان مجید کی سچی متابعت اختیار کرتا ہے اور اپنے نفس کو اس کے امر و نہی کے بکلی حوالہ کر دیتا ہے اور کامل محبت اور اخلاص سے اس کی ہدایتوں میں غور کرتا ہے۔ اور کوئی اعراض صوری و معنوی باقی نہیں رہتا۔ تب اس کی

نظر اور فکر کو حضرت فیاض مطلق کی طرف سے ایک نور عطا کیا جاتا ہے اور ایک لطیف عقل اس کو بخشی جاتی ہے جس سے عجیب دغریب لطائف اور نکات علم الٰہی کے جو کلام الٰہی میں پوشیدہ ہیں اُس پر کھلتے ہیں اور ابر نیساں کے رنگ میں معارف دقیقہ اس کے دل پر برستے ہیں۔ وہی معارف دقیقہ ہیں جن کو فرقان مجید میں حکمت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ یعنی خدا جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے۔ اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی ہے۔ یعنی حکمت خیر کثیر پر مشتمل ہے اور جس نے حکمت پائی اس نے خیر کثیر کو پا لیا۔ سو یہ علوم و معارف جو دوسرے لفظوں میں حکمت کے نام سے موسوم ہیں۔ یہ خیر کثیر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بحرِ محیط کے رنگ میں ہیں جو کلام الٰہی کے تابعین کو دیئے جاتے ہیں۔ اور ان کے فکر اور نظر میں ایک ایسی برکت رکھی جاتی ہے جو اعلیٰ درجہ کے حقائقِ حقہ اُن کے نفس آئینہ صفت پر منعکس ہوتے رہتے ہیں۔ اور کامل صداقتیں اُن پر منکشف ہوتی رہتی ہیں اور تائیدات الٰہیہ ہر ایک تحقیق اور تدقیق کے وقت کچھ ایسا سامان اُن کے لئے میسّر کر دیتی ہیں جس سے بیان اُن کا ادھورا اور ناقص نہیں رہتا اور نہ کچھ غلطی واقع ہوتی ہے۔ سو جو جو علوم و معارف و دقائق و حقائق و لطائف و نکات و ادلّہ و براہین ان کو سوجھتے ہیں وہ اپنی کمیّت اور کیفیت میں ایسے مرتبۂ کاملہ پر واقع ہوتے ہیں کہ جو خارق عادت ہے اور جس کا موازنہ اور مقابلہ دوسرے لوگوں سے ممکن نہیں۔

قرآن کریم کی افضلیت پر شہادتیں:۔

"وہ براہین جو قرآن شریف کی حقیّت اور افضلیت پر بیرونی شہادتیں ہیں چار قسم پر ہیں۔ ایکؔ وہ جو امور محتاج الاصلاح سے ماخوذ ہیں۔ دوسریؔ وہ جو امور محتاج التکمیل سے ماخوذ ہیں۔ تیسریؔ وہ جو امور قدرتیہ سے ماخوذ ہیں۔ چوتھیؔ وہ۔ جو امورِ غیبیہ سے ماخوذ ہیں۔ لیکن وہ براہین جو قرآن شریف کی حقیت اور افضلیت پر اندرونی شہادتیں ہیں وہ امور قدرتیہ ہی سے ماخوذ ہیں۔ اور تعریف اقسام مذکورہ کی بہ تفصیل ذیل ہے:۔

امور محتاج الاصلاح سے وہ امور کفر اور بے ایمانی اور شرک اور بدعملی

کے مراد ہیں جن کو بنی آدم نے بجائے عقائد حقہ اور اعمال صالحہ کے اختیار کر رکھا ہو۔ اور جو عام طور پر دنیا میں پھیلنے کی وجہ سے اس لائق ہوں کہ عنایتِ ازلیہ ان کی اصلاح کی طرف توجہ کرے۔

امور محتاج التکمیل سے وہ امور تعلیمیہ مراد ہیں کہ جو کتب الہٰیہ میں ناقص طور پر پائے جاتے ہوں اور حالتِ کاملہ تعلیم پر نظر کرنے سے اُن کا ناقص اور ادھورا ہونا ثابت ہوتا ہو۔ اور اس وجہ سے وہ ایک ایسی کتاب الہامی کے محتاج ہوں جو اُن کو مرتبۂ کمال تک پہنچاوے۔

امور قدرتیہ دو طور پر ہیں:۔

۱۔ **بیرونی شہادتیں**۔ ان سے مراد وہ امور ہیں جو بغیر وسیلہ انسانی تدبیروں کے خدا کی طرف سے پیدا ہو جائیں اور ہر ایک ذرّہ بے مقدار کو وہ شوکت و شان اور عظمت و بزرگی بخشیں جس کا حاصل ہونا عند العقل محالاتِ عادیہ سے متصوّر ہو اور جس کی نظیر صفحۂ دنیا میں کہیں نہ پائی جاتی ہو۔

۲۔ **اندرونی شہادتیں**۔ ان سے وہ محاسن صوری اور معنوی کتاب الہامی کے مراد ہیں جن کا مقابلہ کرنے سے قویٰ البشریہ عاجز ہوں اور جو فی الواقعہ بے مثل و مانند ہو کر ایسے قادر یکتا پر دلالت کرتی ہوں کہ گویا آئینہ خدانما ہوں۔

امور غیبیہ سے وہ امر مراد ہیں جو ایک ایسے شخص کی زبان سے نکلیں جس کی نسبت یقین کیا جائے کہ ان امور کا بیان کرنا من کل الوجوہ اس کی طاقت سے باہر ہے۔ یعنی ان امور پر نظر کرنے اور اس شخص کے حال پر نظر کرنے سے یہ بات بہ بداہت واضح ہو کہ نہ وہ امور اس کے لئے حکم بدیہی اور مشہود کا رکھتے ہیں اور نہ بذریعہ نظر اور فکر کے اس کو حاصل ہو سکتے ہوں۔ اور نہ اس کی نسبت عند العقل یہ گمان جائز ہے کہ اس نے بذریعہ کسی دوسرے واقف کار کے ان امور کو حاصل کر لیا ہوگا۔ گو وہی امور کسی دوسرے شخص کی طاقت سے باہر نہ ہوں۔ پس اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ امور غیبیہ اضافی اور نسبتی امور ہیں۔ یعنی ایسے امور ہیں کہ جب بعض خاص اشخاص کی طرف سے ان کو نسبت دی جاتی ہے تو اس قابل ہو جاتے ہیں کہ امور غیبیہ ہونے کا ان پر اطلاق ہو اور پھر جب وہی امور بعض دیگر کی طرف منسوب کئے جائیں تو یہ قابلیت اُن میں متحقق نہیں ہوتی۔" (براہین احمدیہ صفحہ ۱۳۲-۱۳۵)

قرآن حکیم اور طب رُوحانی :-

"قرآن شریف ایک ایسی پُرحکمت کتاب ہے جس نے طب روحانی کے قواعد کلیہ کو یعنی دین کے اصول کو جو دراصل طب روحانی ہے طب جسمانی کے قواعد کلیہ کے ساتھ تطبیق دی ہے۔ اور یہ تطبیق ایک ایسی لطیف ہے جو صدہا معارف اور حقائق کے کھلنے کا دروازہ ہے اور سچی اور کامل تفسیر قرآن شریف کی وہی شخص کر سکتا ہے جو طب جسمانی کے قواعد کلیہ پیش نظر رکھ کر قرآن شریف کے بیان کردہ قواعد میں نظر ڈالتا ہے۔ ایک دفعہ مجھے بعض محقق اور حاذق طبیبوں کی بعض کتابیں کشفی رنگ میں دکھلائی گئیں جو طب جسمانی کے قواعد کلیہ اور اصول علمیہ اور ستۂ ضروریہ وغیرہ کی بحث پر مشتمل اور متضمن تھیں جن میں طبیب حاذق قرشی کی کتاب بھی تھی اور اشارہ کیا گیا کہ یہی تفسیر قرآن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم الابدان اور علم الادیان میں نہایت گہرے اور عمیق تعلقات ہیں اور ایک دوسرے کے مصدق ہیں۔ اور جب میں نے ان کتابوں کو پیش نظر رکھ کر جو طب جسمانی کی کتابیں تھیں قرآن شریف پر نظر ڈالی تو وہ عمیق در عمیق طب جسمانی کے قواعد کلیہ کی باتیں نہایت بلیغ پیرایہ میں قرآن شریف میں موجود پائیں۔"

(چشمہ معرفت صفحہ ۹۴-۹۵ رُوحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۱۰۲-۱۰۳)

فلاح و نجات کا سرچشمہ قرآن کریم ہے :-

"تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اُس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مخاطب کر کے فرمایا کہ الخیر کلّہ فی القرآن تمام قسم کی بھلائیاں قرآن ہی میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن

ہے ۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں نجات دے سکے ۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے اُن کے قیامت سے منکر نہ ہوتے ۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی ۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے ۔ یہ بڑی دولت ہے ۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی ۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں ۔"

(کشتی نوح ۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۲۶-۲۷)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود کی ان چند تحریرات سے واضح ہے کہ آپ کی تمام تر زندگی قرآن کریم کے ارفع مقام اور دین حق کی صداقت کو ثابت کرنے میں گزری اور آپ نے دیگر مذاہب کے مدمقابل زندہ خدا اور زندہ رسولؐ کا وجود پیش کیا ۔ اور آپ نے اپنے وجود سے اس کا ثبوت دیا ۔

بقیہ ص۸

کریم جلدی جلدی نہیں پڑھنا چاہئے)

ان احادیث مبارکہ میں سے پہلی حدیث میں ایک مومن جو قرآن کریم کی تلاوت کرے اس کی مثال نارنگی سے دی گئی ہے کہ اس کے اندر ایمان کی حلاوت بھی موجود ہے اور قرآن کریم کی خوشبو بھی پائی جاتی ہے۔ اور کوئی قرآن کریم کی تلاوت پر توجہ نہیں دیتا تو اس کی مثال کھجور کی مانند ہے جس میں اگرچہ ایمان کی حلاوت تو موجود ہے۔ مگر اس میں کوئی خوشبو نہیں جو کشش کا موجب ہو۔

دوسری حدیث میں قرآن کریم کو خوش الحانی سے اور سنوار کر پڑھنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جس سے قرآن کریم سے محبت ظاہر ہوتی ہے۔ فلیس منا کے الفاظ سے اس محبت کی طرف اشارہ ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کے ساتھ تھی کہ آپ نے فرمایا جو قرآن کریم سے محبت کا اظہار نہیں کرتا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

تیسری حدیث میں تدبر فی القرآن کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ چنانچہ جس نے جلدی جلدی قرآن کریم پڑھا اور تین دن سے کم مدت میں قرآن کریم ختم کر لیا۔ اس شخص کے بارہ میں فرمایا کہ اس نے قرآن کریم نہیں سمجھا۔ گویا فکر و تدبر کے ساتھ قرآن کریم پڑھنے کو پسند کیا گیا ہے تاکہ قرآنی معارف و مطالب کو خوب سمجھ کر پڑھا جائے ۔

عظمتِ قرآن

سب صحیفوں سے ارفع و اعلیٰ
قامتِ فکر سے بہت بالا
کوئی ایسا کلام پا نہ سکے
ڈھونڈنے نکلے ڈھونڈنے والا

معجزہ ہے قرآنِ پاک کا یہ
صدیوں کی گرد میں تر و تازہ
ہر زمانے کے مسئلوں کا حل
اور ہر علم کا یہ دروازہ

آؤ! اس کو پڑھیں تدبّر سے
تا معانی کے باب روشن ہوں
فکر کو سوچ کو جلا بخشیں
ذہن کے آفتاب روشن ہوں

دوستو! آؤ اس کو عزّت دیں
تاکہ مولا ہمیں بھی عزّت دے
ہم پڑھیں اس کو۔ بار بار پڑھیں
مولا! ہم سب کو یہ سعادت دے

عبدالکریم قدسی

رمضان المبارک کی فضیلت و اہمیت

محبتِ الٰہی کے حصول کے مبارک ایام

ظہیر احمد خان صاحب مربی سلسلہ احمدیہ دارالافتاء ربوہ

محاورہ فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْا عَنِ الْحِكْمَةِ یعنی ایک دانا کا ہر کام پُر حکمت اور بامقصد ہوتا ہے ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت کا اظہار تمام اوامر و نواہی میں بھی نظر آتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات جو تمام دانائیوں کا منبع ہے اُس کا ایک نام اَلْحَكِيْمُ بھی ہے جو اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ہر فعل میں کوئی نہ کوئی مقصد اور اُس کی کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے خواہ وہ انسان کے محدود ذہن میں آئے یا نہ آئے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بھی عبث اور باطل پیدا نہیں کی۔ پھر مقصود کائنات یعنی انسان کی تخلیق کیسے بغیر حکمت کے ہو سکتی ہے۔ چنانچہ تخلیق انسان کا مقصد یوں بیان کیا گیا ہے:-

”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ“۔ (سورۃ الذاریات: ۵۷)

یعنی جن و انس کی پیدائش صرف عبادت الٰہی کے لئے ہے۔

دین حق کی یہ خوبی ہے کہ وہ صرف حکم دینے یا کسی حکم کا مقصد بیان کر دینے پر اکتفا نہیں کرتا۔ بلکہ اس حکم کی تعمیل اور اس مقصد کے حاصل کرنے کے ذرائع بھی بیان کرتا ہے۔ چنانچہ تخلیق انسان کے مقصد کے حصول کے لئے اُس نے متلاشیانِ حق کے لئے مختلف عبادات کی تفصیل بھی بیان فرمائی ہے۔ جن میں سے ہر عبادت اس مقصد کے حصول کی طرف ایک زینہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان عبادات میں ایک اہم عبادت روزہ ہے۔ یہ عبادت کس طرح انسان اور اُس کے خالق کے درمیان اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ممد و معاون ہوتی ہے۔ آنے والے مبارک ماہِ رمضان کے ناطہ سے اسی عبادت کا ذکر یہاں مطلوب ہے۔

روزہ کی فرضیت:-

رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت قرآن کریم یوں بیان فرماتا ہے۔

"یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ" (سورۃ البقرۃ : ۱۸۴)

یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر بھی روزوں کا رکھنا اسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ تاکہ تم رُوحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے بچو۔

"لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ" کے الفاظ میں جو ان روزوں کا مقصد اور ان کی حکمت بیان کی گئی ہے کہ ان کے ذریعہ تم رُوحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے بچ سکتے ہو تو یہی دراصل تخلیق انسان کے مقصد کا حصول ہے۔ اختصار سے اس مہینے یعنی رمضان المبارک کی فضیلت کا جسے قرآن کریم نے بیان فرمایا ذکر کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ بیان بھی اسی مضمون کا ایک حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْهُ وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ" (البقرہ : ۱۸۶)

یعنی رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس کے بارہ میں قرآن کریم نازل کیا گیا۔ وہ قرآن کریم جو تمام انسانوں کے لئے ہدایت بنا کر بھیجا گیا ہے اور جو کھلے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے۔ ایسے دلائل جو ہدایت پیدا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی قرآن میں الٰہی نشان بھی ہیں۔ اسی لئے تم میں سے جو شخص اس مہینے کو اس حال میں دیکھے کہ نہ مریض ہو نہ مسافر اُسے چاہیئے کہ وہ اس کے روزے رکھے اور جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو اس پر اور دنوں میں تعداد پوری کرنی واجب ہوگی۔

۱۔ اس آیت میں رمضان کے مہینے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ یہ ایسا بابرکت مہینہ ہے کہ قرآن کریم اس کے بارہ میں نازل کیا گیا ہے۔

۲۔ دوسرے قرآن کریم کی اہمیّت و افضلیت بیان کی گئی ہے کہ یہ تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے کھلے کھلے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے۔ ایسے دلائل جو ہدایت پیدا کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن الٰہی نشان بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔

۳۔ تیسرے یہ فرمایا کہ اتنی برکتوں والا اور اتنی فضیلتوں والا مہینہ جس کو نصیب ہوائے چاہیئے کہ وہ اس کی عبادت کو بجا لائے۔ یعنی روزے رکھے۔ یہ اتنی اہم عبادت ہے کہ صرف مسافر اور مریض ہی اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور اُن کے لئے بھی حکم ہے کہ وہ بعد میں ان کی گنتی پوری کریں۔

یہ تمام وہ امور ہیں جن سے تخلیق انسان کے مقصد کے حصول کی طرف راہنمائی ملتی ہے۔ ہدایت، دلائل

اور نشان الٰہی یہ سب باتیں خدا تعالیٰ کی طرف انسان کو لے جاتی ہیں۔ اور قرآن کریم ان سے پُر ہے۔ اور یہ قرآن رمضان کے بارہ میں نازل ہوا۔ گویا رمضان کے مہینہ کی خصوصیت بھی یہی ہے۔ اور یہ اس لئے کہ اس مہینہ میں ایک ایسی عبادت ہے جس کے بدلہ میں انسان کو خدا تعالیٰ مل جاتا ہے۔

قربِ الٰہی اور رُشد و ہدایت کا موجب :-

قرآن کریم نے صیام اور ماہِ صیام سے متعلق احکامات بیان کرنے کے معاً بعد جو مضمون بیان فرمایا وہ خدا تعالیٰ کو پا لینے سے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

"وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ" (البقرہ : ۱۸۷)

یعنی اے رسول جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو تُو جواب دے کہ میں اُن کے پاس ہی ہوں جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ سو چاہیئے کہ دعا کرنے والے بھی میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ ہدایت پائیں۔

رمضان المبارک کے احکامات دینے کے فوراً بعد یہ مضمون بیان کر کے بتا دیا کہ جو شخص ان احکامات پر صدقِ دل اور خلوصِ نیّت سے عمل پیرا ہوگا اور اُس کی ذات پر ایمان لائے گا تو یقیناً وہ ہدایت پائے گا۔ اور یہ ہدایت ہی وصالِ خداوندی ہے۔ جو انسان کی تخلیق کا مقصد اور مدّعا ہے۔

روزہ کی فضیلت احادیث مبارکہ میں :-

سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے قلب صافی پر قرآن کا نزول ہوا۔ آپ نے اپنے اقوالِ مبارکہ سے بھی ان احکامات کی تفسیر بیان فرمائی اور اپنے فعل سے بھی ان احکامات کی اہمیت اور فضیلت بنی نوع انسان کے لئے بیان فرمائی۔ آپ روزہ اور لقائے الٰہی کا مضمون بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"قَالَ اللّٰهُ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ"

(بخاری کتاب الصوم)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کا ہر کام اُس کے اپنے فائدہ کے لئے ہوتا ہے۔ سوائے روزہ کے۔ یہ روزہ وہ میرے لئے رکھتا ہے۔ اور مَیں خود اُس کی جزاء ہو جاتا ہوں۔ روزہ ایک قسم کی ڈھال ہے۔ پس جب کوئی شخص روزہ رکھے تو اُسے چاہیئے کہ وہ نہ تو بے حیائی کی بات کرے اور نہ ہی چیخے چلائے لیکن اگر کوئی اُسے گالی دے یا اُس کے ساتھ لڑائی کرے تو وہ صرف اتنا کہے کہ مَیں روزہ سے ہوں۔ اُس ذات کی قسم کہ جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے روزہ دار کے مُنہ کی بُو خدا تعالیٰ کو کستوری کی خوشبو سے زیادہ عزیز ہے۔ روزہ دار کے لئے دو قسم کی خوشیوں کا اجر مقدّر ہے۔ ایک خوشی اُسے اُس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور ایک خوشی وہ اُس وقت پاتا ہے جب وہ اپنے رب سے ملتا ہے۔

اس حدیث میں بھی خدا تعالیٰ کی ملاقات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ جو ایک انسان روزہ کی بدولت حاصل کرتا ہے۔ لیکن اس کے لئے کچھ شرائط ہیں۔ جن کا ذکر اس حدیث میں کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ملاقات والا اجر اُسے اس صورت میں مل سکتا ہے جب وہ روزہ کو ایک ڈھال کے طور پر اختیار کرتا ہے اور بُرائیوں سے کنارہ کش ہو کر نیکیوں کے میدان میں قدم مارتا ہے۔ اور ہر قسم کی بدی اور بے حیائی کو ترک کرتا ہے۔ تو پھر اُسے دوہرا اجر ملتا ہے۔

خدا تعالیٰ کی لقاء کا اجر پانے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے آپ کو پاک وطیّب بنا کر روزہ کی عبادت بجالائے ورنہ بُرائی اور گندگی انسان کو شیطان کے رستے پر لے جاسکتی ہے۔ اور برائیوں سے دامن نہ رکھتے ہوئے روزہ رکھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔" (بخاری کتاب الصوم)

کہ جو شخص روزہ کی حالت میں جھوٹ اور بُرے کام کو نہیں چھوڑتا تو اسے روزہ سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ پس خدا تعالیٰ کو اُس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔

روزہ سے گناہوں کی بخشش:۔

اگر کوئی شخص گنہگار ہوتے ہوئے آئندہ گناہوں سے بچنے کے عہد کے ساتھ یہ عبادت بجالاتا ہے تو خدا کا رسول ایسے شخص کو گناہ سے بخشش کی بشارت ان الفاظ میں دیتا ہے۔ فرمایا:۔

"مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔" (بخاری کتاب الصوم)

یعنی جو شخص ایمان پر قائم رہتے ہوئے ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھتا ہے تو اُس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

جب کسی شخص کا دامن گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی طرف سفر اختیار کر لیتا ہے تو اُسے لقائے الٰہی کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور یہی دراصل وہ مرتبہ ہے جس پر کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے اپنی تخلیق کے مقصد کو پالیا۔

روزہ سے انوارِ سماویہ کا نزول :-

ماہِ رمضان کی فضیلت و اہمیت سے متعلق حضرت ابوھریرہؓ کی ایک روایت ہے۔ اُس میں ماہِ رمضان کی جو خصوصیات بیان کی گئی ہیں وہ بھی دراصل اسی تخلیق انسان کے مقصد کو حاصل کرنے کی طرف راہنمائی کرنے والی ہیں۔ روایت کے الفاظ ہیں ۔ فرمایا

"إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ" (بخاری کتاب الصوم)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ماہ رمضان شروع ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنّم کے دروازوں کو مقفل کر دیا جاتا ہے اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔

یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ یہ ایسا فضیلتوں والا مہینہ ہے کہ اس میں نیکی کی تحریکات کو عام کر دیا جاتا ہے۔ اور بدی کی تحریکات پر قدغن لگا دی جاتی ہے۔ اور جو شخص اس مہینے میں بدی کو ترک کرنے اور نیکی کو اختیار کرنے کی تھوڑی سی کوشش کرتا ہے اُسے بہت زیادہ کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

بدی کو ترک کرنا اور نیکی اختیار کرنا ہی خدا تعالیٰ کا عبد بننا ہے۔ جو تخلیق انسان کا مقصد اور مدعا ہے۔

روزہ اور رمضان المبارک کے بارہ میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ارشادات

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بھی رمضان المبارک کی اہمیت کو واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ رمضان کی فضیلت و برکات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

"شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم

ہوتی ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویرِ قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلّی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوت سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلّی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اُس پر کھُلے کہ خدا کو دیکھ لے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۵۶۱، ۵۶۲ نیا ایڈیشن)

روزوں کی اہمیت بیان کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا:۔

"رمضان کا مہینہ مبارک مہینہ ہے۔ دعاؤں کا مہینہ ہے ...... میری تو یہ حالت ہے کہ مَرنے کے قریب ہو جاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں۔ طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔ یہ مبارک دن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے نزول کے دن ہیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۴۳۹، ۴۴۰ نیا ایڈیشن)

روزہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے۔ بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے۔ جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشا اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزہ سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو رُوح کی تسلّی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں۔ جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۰۲ نیا ایڈیشن)

روزہ کے لئے ایک ضروری امر بیان کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:۔

"روزہ میں خدا کے واسطے نفس کو پاک رکھنا ضروری ہے لیکن اگر حقیقت نہ ہو تو

باقی صفحہ ۳۸ پر

فضائل درُود شریف

کوہ و جبل تھے جس سے لرزاں کیا تھی بھلا وہ چیز
تھا وہ بوجھ شریعت والا نورِ ہدایت نیز
کون ظَلُوماً اور جَھُولاً کس نے اٹھایا بار
"بھیج درُود اُس محسن پر تُو دِن میں سَو سَو بار"
"پاک محمدؐ مصطفےٰؐ نبیوں کا سردار"

پاپ بھرے جیون سے چھڑایا بخشی پاک حیات
ذاتِ حق کا گیان بھی بخشا، دی سُندر سوغات
دل کی دنیا جیت لی کس نے کر کے پیار کا وار
"بھیج درُود اُس محسن پر تُو دِن میں سَو سَو بار"
"پاک محمدؐ مصطفےٰؐ نبیوں کا سردار"

نوعِ بشر کی ہے یہ خدمت پڑھنا روز درُود
اَمنِ عالمگیر کا نُسخہ، ہر اِک کی بہبُود
اِس کے فیض سے ہوسکتا ہے سب کا بیڑا پار
"بھیج درُود اُس محسن پر تُو دِن میں سَو سَو بار"
"پاک محمّد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار"

ہاتھ اگر ہو کام میں تیرا دل میں ہو وہ یار
رُوحِ استغفار، یہی ہے رُوحِ استغفار
شعر فقط اِسلام نہ کہہ تُو چھیڑ ہاں دل کا تار
"بھیج درُود اُس محسن پر تُو دِن میں سَو سَو بار"
"پاک محمّد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار"

عبد السّلام اسلام

تم خوش ہو اور خوشی سے اُچھلو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے۔ اور آسمانی سکینت تم پر اُترے گی اور روح القدس سے مدد دئیے جاؤ گے اور خدا ہر ایک قدم میں تمہارے ساتھ ہوگا اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔ (تذکرۃ الشہادتین)

دعوت الی اللہ کے لئے

صحابہ کرامؓ کا کردار

عبد القدیر قمر - مربی سلسلہ احمدیہ

حضرت اقدس خاتم الانبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ اور مطہرؐ زندگی کا ایک ایک لمحہ خدائے واحد کے نام کو بلند کرنے اور اس کی توحید کو قلوب انسانی میں مستحکم کرنے میں گزرا۔ تبلیغ کا جو ولولہ خدا تعالیٰ نے آپؐ کے دل میں بھرا ہوا تھا۔ آپؐ نے صحابہؓ کے دلوں کو بھی اس سے معمور کر دیا۔ وہ شب بیدار تھے، صوم وصلوٰۃ کے پابند۔ وفائے عہد میں بے مثال۔ معروف باتوں کی تلقین کرنے اور ناپسندیدہ باتوں سے روکنے والے تھے۔ اور باہم محبت و پیار اور الفت و ایثار کی لازوال مثال تھے۔ یہی وہ چیزیں تھیں جن سے کامیابیوں نے ان کے قدم چومے۔

صحابہ کرامؓ کو دعوت الی اللہ کے میدان میں بڑی بڑی قربانیاں دینا پڑیں۔ مصائب اور تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ مگر انہوں نے صبر و استقامت سے دعوت الی اللہ کی مہم کو جاری رکھا۔ اور غیر معمولی کامیابیاں حاصل کیں۔ صحابہؓ کے اس عظیم کردار کے بارہ میں بعض واقعات ہدیہ قارئین کئے جا رہے ہیں:۔

○

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تبلیغ کا انتہائی ذوق وشوق تھا۔ وہ ہر وقت اور ہر لمحہ خدا تعالیٰ کے نام کی سربلندی اور اسلام کے ابدی پیغام کو پھیلانے کے لئے وقف کئے ہوئے تھے۔ آپ نہایت تدبّر، معاملہ فہمی اور دانشمندی کے ساتھ تبلیغ فرماتے۔ اور اس راہ میں پیش آنے والے کفّار کے ظالمانہ سلوک کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتے۔ ایک دفعہ جب آپ اپنے جوشِ اخلاص سے صحنِ کعبہ میں برملا اعلانِ توحید کر رہے تھے۔ کفار نا ہنجار کو اتنا غصّہ آیا کہ انہوں نے آپ پر حملہ کر دیا۔ اور اس بے دردی سے مارا کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ (سیرت خاتم النبیّین صـ۱۵۷)

چنانچہ اس دعوت و تبلیغ سے آپؐ کو ایسے مجاہد ملے جو دنیا میں جنّت کی بشارت پا گئے۔ اور آخرت میں لازوال نعمتوں کے وارث ہو گئے۔ ان میں سے سب سے پہلے حضرت عثمان تھے۔ اسلام لانے کے وقت ان کی عمر قریبًا ۳۰ سال تھی۔ آپ نے اسلام کے لئے بڑی بڑی مالی قربانیاں دیں۔ آپ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یکے بعد دیگرے دوؐ بیٹیاں آپ کے عقد میں آئیں۔ اور آپ ذوالنورین کہلائے۔ اور حضورؐ کے بعد آپؓ کے تیسرے خلیفہ ہوئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تھے۔ آپ بھی تقریبًا ۳۰ سال کی عمر میں اسلام کی نعمت سے بہرہ ور ہوئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی عین جوانی میں دامنِ رسولؐ سے وابستہ ہوئے۔ آپ کی عمر اس وقت صرف ۱۹ سال تھی۔ نہایت دلیر، بہادر اور شجاع تھے۔ عراق آپ کے ذریعہ فتح ہوا تھا۔

حضرت زبیر بن العوامؓ تھے۔ آپ جب مسلمان ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر مبارک بھی صرف ۱۵ سال تھی۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ اور حضور علیہ السلام نے آپ کی اعلیٰ خدمات کی بدولت آپ کو "حواری" کے خطاب سے نوازا۔

حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ تھے۔ یہ بھی آغاز جوانی میں ہی نورِ ایمان سے منور ہوئے۔ آپ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مقرّب اور مشیر شمار ہوتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے دَور خلافت میں بھی دعوت و تبلیغ کی مہم جاری رکھی۔ آپ کو اشاعت اسلام کا اس قدر شوق تھا کہ جب کوئی لشکر روانہ کرتے تو اسے نصیحت کرتے کہ سب سے پہلے غنیم کو دعوتِ اسلام دیں اور قبائل عرب میں اس دعوت کو پھیلائیں۔ چنانچہ مثنیٰ بن حارثہ کی مساعی جمیلہ سے بنی وائل کے تمام بُت پرست اور عیسائی مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح حضرت خالد بن ولید کی دعوت نے عراق اور شام کے قبائل میں اسلامی جھنڈے گاڑ دیئے۔ (سیر صحابہؓ جلد ۱ صہ ۶۹)

حضرت طفیل بن عمروؓ قبیلہ دوس کے ایک معزز رئیس اور شاعر تھے۔ یہ کسی کام سے مکّہ آئے۔ تو اکابرین قریش نے آپ سے ملاقات کر کے سمجھایا کہ "محمدؐ" کے سحر سے بچ کر رہنا اور اس بات کی بار بار اس قدر تاکید کی کہ آپ نے اپنے کانوں میں رُوئی ٹھونس لی۔ تاکہ کہیں اچانک نبی کریمؐ کی آواز کانوں میں نہ پڑ جائے اور آپ کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔

ایک دن صبح آپ اسی حالت میں مسجد حرام میں گئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا آپ

کو یہ نظارہ بڑا اچھا معلوم ہوا تو حضور علیہ السلام کے قریب چلے گئے۔ جب آپ کے کانوں میں آواز پڑی تو آپ نے سوچا کہ میں ایک سمجھدار آدمی ہوں۔ نیکی بدی کی تمیز رکھتا ہوں۔ اس شخص کی بات سننے میں کوئی حرج نہیں اچھی ہوئی تو مان لوں گا۔ ورنہ انکار کر دوں گا۔ فرماتے ہیں۔ یہ خیال دل میں آتا تھا کہ میں نے روئی نکال کر پھینک دی۔ اور تلاوت قرآن سننے لگا۔ جب حضورؐ نماز ختم کر کے گھر کی طرف جانے لگے تو میں ساتھ ہو گیا۔ اور آپؐ سے عرض کیا مجھے اپنی باتیں سنائیں۔ حضورؐ نے مجھے کلام الٰہی سنایا۔ جس کے نتیجہ میں میں مسلمان ہو گیا۔ اور حضورؐ سے عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ میں اپنے قبیلے میں ممتاز حیثیت رکھتا ہوں اور لوگ میری بات مانتے ہیں۔ پس آپؐ دعا کریں کہ میرے ذریعے خدا تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ آپؐ نے اجازت دی اور دعا کی۔

جب حضرت طفیل بن عمرو اپنے قبیلے میں پہنچے تو سب سے پہلے والد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ والد کو تبلیغ کرنے کا آپ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ان سے کہنے لگے "اب میرا اور آپ کا کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ نہ میں آپ کا بیٹا۔ نہ آپ میرے باپ" باپ نے گھبرا کر پوچھا۔ بیٹا یہ کیا بات ہوئی۔ آج تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ حضرت طفیل بن عمرو نے جواب دیا۔ میں بہکی بہکی باتیں نہیں کر رہا۔ بلکہ بات یہ ہے کہ میں مکّہ گیا تھا۔ وہاں خدا نے ایک نبی مبعوث کیا ہے۔ جو اچھی باتوں کا حکم دیتا ہے اور بُرے کاموں سے روکتا ہے۔ بُت پرستی سے منع کرتا ہے اور خدائے واحد کی پرستش کی تعلیم دیتا ہے۔ اس پر جو کلام آسمان سے نازل ہوتا ہے وہ ایسا فرحت بخش اور فصیح و بلیغ ہے کہ میں نے آج تک کسی بڑے سے بڑے شاعر کا کلام بھی اتنا اعلیٰ اور شستہ نہیں دیکھا۔ میں نے ان کے ہاتھ پر بُت پرستی سے توبہ کر لی ہے۔ اور خدا کو ایک مان لیا ہے۔ اس لئے جب تک آپ بھی اس نبی پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اس وقت تک میں آپ سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا۔ باپ نے یہ تقریر سُن کر کہا۔ طفیل۔ تو ساری قوم میں سب سے زیادہ عقلمند اور دُور اندیش ہے۔ تُو نے جس دین کو قبول کیا ہے۔ سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا۔ پس میں بھی تیرے ساتھ اس نبی پر ایمان لاتا ہوں۔"

باپ سے فارغ ہو کر بیوی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اس سے بھی ویسا ہی طریقہ تبلیغ اختیار فرمایا جیسا والد سے۔ اس نے بھی وہی جواب دیا۔ جو والد نے دیا تھا۔ اور مسلمان ہو گئی۔

گھر کے افراد کے بعد قوم کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہر چند کوشش کی۔ سمجھایا۔ دلائل دیئے۔ مگر کسی نے توجہ نہ دی۔ بلکہ سخت نفرت اور مخالفت کا اظہار کیا۔ جب مخالفت اور ایذاء دہی حد سے بڑھ گئی تو آپ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ۔ ان کی ہلاکت کی دعا کیجئے کہ یہ نہیں سمجھتے۔

حضورؐ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کے یہ الفاظ فرمائے۔

"اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا"

اے میرے اللہ تو قبیلہ دوس کو ہدایت دے۔

پھر آپؐ نے حضرت طفیلؓ سے فرمایا۔ اپنی قوم کی طرف واپس چلے جاؤ اور نرمی اور محبت سے تبلیغ میں لگے رہو۔ حضرت طفیلؓ واپس آئے اور تبلیغ کرتے رہے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آخر کار آپ کا سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ (الاصابۃ جلد ۲ ص۲۲۵ تاریخ اشاعت اسلام ص۱۷۹ تا ص۱۸۱)

قبیلہ بنو سعد نے ضمامؓ بن ثعلبہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں تحقیق حق کے لئے بھیجا وہ مدینہ پہنچے۔ اپنی اونٹنی مسجد نبوی کے دروازے کے سامنے بٹھائی۔ اس کا گھٹنا باندھا۔ اور پھر مسجد میں داخل ہوئے۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں صحابہؓ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ حضرت ضمامؓ نے آتے ہی پوچھا۔ تم میں سے ابن عبد المطلب کون ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں ہوں ابن عبد المطلب"۔ ضمام کہنے لگا۔ اے محمدؐ۔ میں آپ سے کچھ سوال کروں گا۔ اور میرے سوالات میں کچھ درشتگی پائی جائے گی۔ اس لئے بُرا مت مانئے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پوچھئے جو پوچھنا ہے۔ میں ہرگز بُرا نہ مناؤں گا۔

ضمام ـــ میں آپؐ کو آپؐ کے معبود۔ آپؐ سے پہلے لوگوں کے معبود اور آپؐ کے بعد آنے والے لوگوں کے معبود کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا واقعی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟

آپؐ نے فرمایا ـــ ہاں۔ بخدا ایسی بات ہے۔

ضمام بن ثعلبہ ـــ میں آپؐ کو آپؐ کے خدا، آپؐ کے بعد آنے والوں کے خدا اور آپؐ سے پہلے لوگوں کے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم اُس کی عبادت کریں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ان بُتوں کی عبادت چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے آباؤ اجداد کرتے تھے؟

آپؐ نے فرمایا ـــ ہاں بخدا ایسی بات ہے!

ضمام بن ثعلبہ نے اسی طرح باری باری تمام ارکان اور شعائرِ اسلام کے بارہ میں دریافت کیا۔ اور جب سب سوالات ختم ہو گئے تو بے اختیار پکار اٹھا:

اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّکَ عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔

اور پھر کہا ۔ جہاں تک مجھ سے ممکن ہوا۔ میں یہ فرائض بجالاتا رہوں گا۔ اور جن باتوں سے آپؐ نے منع فرمایا ہے مجتنب اور دُور رہوں گا۔ اور اس میں کچھ کمی بیشی نہ کروں گا۔ یہ کہہ کر وہ مسجد سے باہر نکلے اور اپنی قوم کی طرف روانہ ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اگر اس شخص نے ایسا ہی کیا جیسا کہ ارادہ باندھا ہے۔ اور اس پر پختہ رہا تو یقیناً سیدھا جنت میں جائے گا۔

جب حضرت ضمامؓ اپنی قوم میں واپس پہنچے ۔ تو ان کی قوم انہیں دیکھتے ہی ان کے ارد گرد اکٹھی ہو گئی۔ حضرت ضمامؓ نے پہلی لب کشائی میں بتوں کی مذمت شروع کر دی ۔ لوگوں نے کہا۔ اے ضمام تمہیں کیا ہو گیا ہے دیکھنا لات وعزیٰ کہیں غصے میں آکر تمہیں برص اور جذام میں مبتلا نہ کر دیں اور یا کہیں تم پر مرض جنون کا حملہ نہ ہو جائے۔

حضرت ضمامؓ نے فرمایا ۔ خدا کی قسم! یہ دونوں نہ کسی قسم کا نقصان دے سکتے ہیں ۔ نہ نفع ۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک رسول مبعوث فرمایا ہے اور اس پر ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جو ان خرافات سے نجات دیتی ہے جن میں تم مبتلا ہو اور میں گواہی دیتا ہوں۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

اور میں تمہارے پاس کچھ احکامات لے کر آیا ہوں ۔ جن میں سے بعض کے کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ اور بعض کے چھوڑنے کا ۔ راوی بیان کرتے ہیں ۔ اس دن کا سورج ابھی غروب نہ ہوا تھا کہ اس مجلس میں شریک تمام مرد و زن مسلمان ہو گئے ۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

میں نے کسی سفیر سے متعلق نہیں سنا کہ وہ ضمامؓ بن ثعلبہ سے بہتر ہو۔

(المستدرک للحاکم ۔ کتاب المغازی جلد ۳ صفحہ ۵۴-۵۵)

خدا تعالیٰ اپنی راہ میں نکلنے والوں کی نصرت فرماتا ہے ۔ ان کے لئے معجزات و نشانات ظاہر کرتا ہے۔ ایسا ہی نشان خدا تعالیٰ نے حضرت ابی امامہؓ کے لئے بھی دکھایا ۔ جس کے نتیجہ میں سارا قبیلہ اسلام لایا ۔ یہ دلکش واقعہ انہی کی زبانی یوں ہے ۔

حضرت ابی امامہؓ فرماتے ہیں مجھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ہی قوم کی طرف دعوت الی اللہ کے لئے

بھیجا۔ مَیں جب ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے مجھے دیکھتے ہی مرحبا مرحبا کی آوازیں بلند کیں اور کہنے لگے اُدی صدی بن عجلان آؤ کہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تم بھی اُس آدمی (یعنی نبی کریمؐ) کے پیرو ہو چکے ہو۔ مَیں نے کہا ہاں مَیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں اور آپؐ نے ہی مجھے تم لوگوں کے پاس دعوتِ حق کے لئے بھیجا ہے۔ ابھی یہ گفت گو جاری تھی کہ وہ بڑی لگن کھانے کی لے آئے اور کھانے لگے اور مجھے بھی کھانے کی دعوت دی۔ مَیں نے کہا بڑے افسوس کی بات ہے کہ مَیں تمہارے پاس ایک ایسی پاک ذات کا پیغام پہنچانے آیا ہوں جس نے تم پر ہر ایسے جانور کو حرام کر دیا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے۔ انہوں نے کہا ذرا بتاؤ تو سہی وہ کیا کہتے ہیں۔ اس پر مَیں نے سورۃ مائدہ کی مندرجہ ذیل آیت ان کے سامنے تلاوت کی:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ۔۔۔

فرماتے ہیں: مَیں برابر ان کو دعوت و تبلیغ کرتا رہا۔ مگر وہ کسی طور بھی اسلام قبول کرنے پر تیار نہ ہوئے۔ مَیں نے اُن سے پینے کے لئے پانی مانگا۔ انہوں نے کہا۔ ہم ہرگز تمہیں پانی نہیں پلائیں گے، بلکہ پیاسا رکھیں گے۔ یہاں تک کہ تم پیاس کی شدت سے مر جاؤ۔ مَیں اپنی پگڑی سر کے نیچے رکھ کر دھوپ میں ہی لیٹ گیا۔ اس لئے کہ انہوں نے سایہ میں لیٹنے کو بھی جگہ نہ دی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی شیشے کے بہت ہی خوبصورت گلاس (کہ اس سے زیادہ خوبصورت گلاس کسی نے دیکھا نہیں) اور اس میں پینے کی ایسی خوبصورت چیز تھی کہ شاید ہی دنیا میں اُس سے زیادہ مزیدار اور لذیذ کوئی شربت ہو۔ مجھے پینے کو دیا۔ جونہی مَیں نے اسے پیا۔ پیتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ خدا کی قسم مجھے کسی قسم کی کوئی پیاس نہ تھی۔ اور نہ اُس کے بعد کبھی پیاس کا احساس ہوا۔ مَیں اب نہیں جانتا کہ پیاس کیسی ہوتی ہے۔

میری قوم کے ایک آدمی نے اسی اثناء میں لوگوں سے کہا کہ تمہاری برادری کا ایک فرد تمہارے پاس آیا۔ تم لوگوں نے اس کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا اور اس کی کوئی خاطر تواضع نہ کی۔ اس کے غیرت دلانے پر وہ لوگ میرے پاس دودھ لائے۔ مَیں نے کہا اب تو مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں رہی۔ اور اپنا پیٹ انہیں دکھایا (کہ دیکھو یہ سیراب اور پُر ہے) خدا کی یہ نصرت اور امداد غیبی دیکھ کر وہ سب مسلمان ہو گئے۔

(المستدرک للحاکم جز ۳ ص ۶۴۱)

تبلیغ کے میدان میں صحابہؓ کے توکل علی اللہ کے نتیجہ میں تائیدات الٰہیہ کا بھی ایک واقعہ ہدیۂ قارئین ہے جس کی وجہ سے ہزاروں لوگوں کو ہدایت ملی۔

حضرت عقبہ بن نافع فہریؓ کو حضرت امیر معاویہؓ نے افریقہ کا عامل مقرر فرمایا۔ آپ نے افریقہ کے اکثر حصہ کو فتح کر لیا۔ لیکن مسلمانوں کے لئے کوئی مستقل چھاؤنی نہ تھی۔ جس کی وجہ سے دشمن اکثر سخت نقصان پہنچاتے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے حضرت عقبہؓ نے ارادہ فرمایا کہ مناسب جگہ پر چھاؤنی بنا دی جائے تاکہ وہاں عساکر اسلامی ہمہ وقت موجود رہیں۔ اس غرض کے لئے جس جگہ کو پسند کیا گیا وہاں دلدل۔ گنجان جنگل اور گھنے درخت تھے۔ اور وہ جنگل ہر قسم کے موذی درندوں اور جانوروں کا مسکن تھا۔ ایسی سرزمین میں جو خطرے ہو سکتے ہیں لوگوں نے وہ پیش کئے تو حضرت عقبہؓ نے اُن مصلحتوں کا اظہار فرمایا جو اس جگہ کو منتخب کرنے میں پیش نظر تھیں۔ اس لشکر میں اٹھارہؓ صحابیؓ تھے۔ حضرت عقبہؓ امیر لشکر ان سب کو اس میدان میں لے گئے اور حشرات و سباع کو مخاطب کر کے فرمایا۔

أَيَّتُهَا الْحَشَرَاتُ وَالسِّبَاعُ نَحْنُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْحَلُوا فَإِنَّا نَازِلُونَ فَمَنْ وَجَدْنَا بَعْدُ قَتَلْنَاهُ۔

اے درندو۔ اے موذی جانورو۔ ہم اصحاب رسولؐ یہاں آباد ہونا چاہتے ہیں۔ اس لئے تم سب یہاں سے نکل جاؤ۔ اس کے بعد ہم جس کو یہاں دیکھیں گے اُسے قتل کر دیں گے۔

نہ جانے اس آواز میں کیا جادو تھا۔ کیا تاثیر اور سحر تھا۔ کہ دیکھتے ہی دیکھتے اُن درندوں نے جنگل خالی کر دیا۔ یہ ایک عجیب ہیبت ناک اور تعجب انگیز منظر تھا۔ جو اس سے قبل کبھی سُنا یا دیکھا نہ گیا۔ قوم بربر جو اس ملک کے اصل باشندے تھے اس منظر کا کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے تھے اُن کے لئے ناممکن تھا کہ اسلام کی صداقت کی ایسی واضح اور بیّن دلیل دیکھتے اور باطل پر قائم رہتے۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں بربر مسلمان ہو گئے۔

(مدلل و مکمل اشاعت اسلام ص ۱۰۶ تا ۱۰۸)

بعض دفعہ صحابہ کرامؓ عقل، نقل اور قرآن کریم کے علاوہ دوران تبلیغ پرانے بزرگوں کے حوالے دے دے کر بھی لوگوں پر اسلام کی حقانیت واضح کرنے کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ حضرت اسید بن سعید جو بنو قریظہ کے ساتھ تعلق رکھتے تھے بڑی کوشش کرتے تھے کہ وہ راہ حق کی طرف آجائیں۔ ایک دفعہ دوران گفتگو انہوں نے اپنے ایک پرانے یہودی بزرگ کا یہ حوالہ بھی ان کے سامنے پیش کیا۔ کہ کیا تمہیں یاد نہیں ابن الھیبان نے اپنے انتقال کے وقت تمہیں کہا تھا کہ میں شام جیسی سرسبز و شاداب جگہ چھوڑ کر مدینہ جیسی غیر شاداب جگہ اس لئے چلا آیا تھا کہ مجھے ایک نبی کا انتظار تھا جو یہاں ہجرت کر کے آئے گا۔ میں اگر زندہ رہتا تو اس کی اتباع کرتا۔ دیکھو! تم لوگ اس کی اطاعت سے گریز نہ کرنا۔ ورنہ یہ اعراض تمہارے قتل کا سبب بنے گا۔ اور تم لوگوں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ ہم ایسا ہی کریں گے۔

اس لئے اب اللہ سے ڈرو۔ اور اس نبی کا اتباع کرو۔ مگر وہ ایسے پتھر دل تھے کہ کچھ اثر قبول نہ کرتے تھے۔ مگر پھر بھی بعض سعید رُوحیں حضرت اسیدؓ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور اسلام قبول کر لیا۔ (اصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۳ و استیعاب ذکر اسید جلد ۱ صفحہ ۳۶)

(باقی آئندہ)

بقیہ صفحہ ۲۸

پھر یہ رسم ہی رہ جاتی ہے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۹۳ نیا ایڈیشن)

پس جب انسان اپنے نفس کو خدا کے واسطے پاک رکھ کر پوری شرائط کے ساتھ روزہ کی عبادت کو بجا لاتا اور تبتل اور انقطاع کو حاصل کر کے رُوحانی غذا حاصل کرتا اور اپنی رُوح کی سیری کے سامان کر لیتا ہے تو اس کا تزکیہ نفس ہو جاتا اور اُس کی کشفی قوتیں بڑھ جاتی ہیں تو اُسے لقائے خداوندی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور یہی لقائے خداوندی دوسرے لفظوں میں عبودیت کی انتہا ہے۔ اور یہی انسانی پیدائش کا مقصد ہے۔

ان مبارک ایام کی آمد آمد ہے اور برکتوں اور رحمتوں والا مہینہ شروع ہونے والا ہے۔ جس میں یہ تمام مواقع ایک بار پھر میسر آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اسکی تمام برکتوں کو سمیٹنے والا بنائے اور ہم اس عبادت کے ذریعہ اپنی پیدائش کے مقصد کو حاصل کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تحریک "وقف جدید" کے بارہ میں چند اہم ارشادات

(مرسلہ مرزا خلیل احمد قمر صاحب وقف جدید ربوہ)

سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی نے اس اہم تحریک "وقف جدید" کی بنیاد رکھی تو آپ نے ۹ جولائی ۱۹۵۷ء کو عیدالاضحیہ کا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے بغیر نام کے ایک عظیم الشان اور دور رس نتائج کی حامل تحریک وقف جدید کا اعلان فرمایا اور اس کی تفصیلات اور خدو خال بیان فرمائے۔ پھر جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ۲۷ دسمبر ۱۹۵۷ء کو وقف جدید کی مزید تفصیلات بیان فرمائیں۔ اور احباب جماعت کے نام ایک اہم پیغام میں وقف جدید کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"یہ کام خدا کا ہے اور ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ میرے دل میں چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ تحریک ڈالی ہے اس لئے خواہ مجھے اپنے مکان بیچنے پڑیں۔ کپڑے بیچنے پڑیں میں اس فرض کو تب بھی پورا کروں گا"۔ (الفضل ۷ جنوری ۱۹۵۸ء)

"جب روپیہ زیادہ آنا شروع ہو گیا اور نوجوان بھی زیادہ تعداد میں آگئے اور انہوں نے ہمت کے ساتھ جماعت کو بڑھانے کی کوشش کی تو جماعت کو پتہ لگ جائے گا کہ یہ سکیم کیسی مبارک اور پھلنے والی ہے"۔

(الفضل ۱۶ جنوری ۱۹۵۸ء)

"یہ تحریک (وقف جدید) جس قدر مضبوط ہوگی اسی قدر خدا تعالیٰ کے فضل سے صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے چندوں میں اضافہ ہو گا کیونکہ جب کسی کے دل میں نور ایمان داخل ہو جائے تو اس کے اندر مسابقت کی روح پیدا ہو جاتی ہے اور وہ نیکی کے ہر کام میں حصہ لینے کیلئے تیار ہو جاتا ہے"۔ (الفضل ۵ جنوری ۱۹۶۲ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے وقف جدید کے بارے میں فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ کی رحمت کے دروازوں میں سے رحمت کا ایک دروازہ جو ہم پر کھولا گیا ہے وہ وقف جدید کا دروازہ ہے اس نظام کے ذریعہ حضرت مصلح موعود نے ہمارے لئے نیکیاں کرنے اور رحمتیں کمانے کا سامان کر دیا ہے...... وقف جدید کی تنظیم جماعت کی تربیت کیلئے بڑی اہم تنظیم ہے"۔ (الفضل ۴ جنوری ۱۹۶۷ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے وقف جدید کے سال نو کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"کوشش ہونی چاہئے اس میں تعداد زیادہ ہو۔ کثرت کے ساتھ احمدی بچے، عورتیں، بوڑھے، جوان اس میں شامل ہوں...... وقف جدید کے چندہ میں زیادہ سے زیادہ شمولیت اختیار کریں"۔ (از ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ جنوری ۱۹۸۶ء)

"یہ تحریک اللہ نے چاہا تو ایک لمبی چلنے والی تحریک ہے اور بہت ہی نتیجہ خیز ثابت ہوگی...... میں امید رکھتا ہوں کہ وہ جماعتیں جو اس تحریک کے فوائد سے غافل رہنے کی وجہ سے اس میں ہلکا سا حصہ لیتی رہی ہیں اب اس تحریک میں پہلے سے بڑھ کر حصہ لیں گی"۔ (الفضل ۱۱ جنوری ۱۹۸۹ء)

دفتر اطفال کا قیام: حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۶۶ء میں دفتر اطفال کے قیام کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:۔

''میں آج احمدی بچوں (اطفال و ناصرات) سے اپیل کرتا ہوں کہ اے خدا اور اس کے رسول کے بچو! اٹھو اور آگے بڑھو اور تمہارے بڑوں کی غفلت کے نتیجہ میں وقف جدید کے کام میں جو رخنہ پڑ گیا ہے اسے پر کر دو اور اس کمزوری کو دور کر دو جو اس تحریک کے کام میں واقع ہو گئی ہے.....'' (خطبہ فرمودہ ۷ اکتوبر ۱۹۶۶ء)

دفتر اطفال جو کم عمر کے بچے اور بچیوں پر مشتمل ہے کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے احمدی ماؤں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''اگر تمام احمدی بچے جو آپ کی گودوں میں پلتے ہیں۔ تمام احمدی بچے جن کی تربیت کی ذمہ داری آپ پر ہے اس طرف متوجہ ہوں آپ ان کی دینی تربیت اس رنگ میں کریں..... اس طرف توجہ کی ضرورت ہے اور بچوں کے ذہنوں میں اس کام کی اہمیت بڑھانے کی ضرورت ہے اور بچوں کے ذہنوں میں آپ وقف جدید کی اہمیت بٹھا نہیں سکتیں جب تک خود آپ کے ذہنوں میں وقف جدید کی اہمیت نہ بیٹھی ہو''۔ (الفضل ۱۱ فروری ۱۹۶۸ء)

''اگر سارے کے سارے اطفال و ناصرات اس طرف توجہ کریں..... یا مجھے یوں کہنا چاہئے کہ جماعت کے وہ تمام بچے جن کی عمر ابھی پندرہ سال کی نہیں ہوئی ایک منٹ کی عمر سے لے کر پندرہ سال کی عمر تک جتنے بچے اللہ تعالیٰ نے جماعت کو دیئے ہیں...... وقف جدید کے لئے..... دیں تو..... اللہ تعالیٰ ان کے بچپن سے ہی برکات کے سامان پیدا کرنے شروع کر دے گا''۔ (الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۶۷ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احمدی بچوں کی وقف جدید میں شمولیت کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:۔

''بچوں کے متعلق تو شروع سے ہی یہ تحریک بہت زور دے رہی ہے اور حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرف بہت توجہ دلائی کہ زیادہ سے زیادہ بچوں کو اس میں شامل کرنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ تو خلافت کے اپنے تمام عرصہ میں وقف جدید کی تحریک سے متعلق بڑوں کے چندوں کے مقابل پر بچوں کے چندوں میں زیادہ دلچسپی لیا کرتے تھے اگر ہم بچوں کو شروع ہی سے خدا کی راہ میں مالی قربانی کا مزہ ڈال دیں اور اس کا چسکا ان کو پڑ جائے تو آئندہ ساری زندگی یہ بات ان کی تربیت کے دوسرے معاملات پر بھی اثر انداز رہے گی اور جس کو مالی قربانی کی عادت ہو اس کی روحانی زندگی کی ضمانت کا بہت ہی اہم ذریعہ ہے...... اس لئے میں نے بھی ہمیشہ یہی زور دیا ہے کہ زیادہ تعداد میں احمدی شامل ہوں اور خصوصیت سے بچے''۔ (از خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ جنوری ۱۹۹۱ء)

کمیٹی کفالت یکصد یتامیٰ دار الضیافت

حضور انور کے منصوبہ ”کفالت یکصد یتامیٰ“ کے بارے میں ضروری اعلانات

امانت یکصد یتامیٰ:۔

جو دوست یتامیٰ کی خبر گیری اور کفالت کے خواہشمند ہوں وہ ایک یتیم کی کفالت کے جملہ اخراجات ادا کر کے اس بابرکت تحریک میں شامل ہو سکتے ہیں۔ مستحق یتیم بچوں پر عمر اور تعلیم کی ضروریات کے لحاظ سے چار صد روپیہ سے ایک ہزار روپیہ تک ماہوار خرچ کا اندازہ ہے۔ آپ اپنی خواہش اور مالی وسعت کے لحاظ سے جو رقم بھی باقاعدہ ماہوار مقرر کرنا چاہیں کمیٹی کو اس کی اطلاع کر دیں۔ اس غرض کے لئے اپنی رقوم امانت ”کفالت یکصد یتامیٰ“ خزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں براہ راست یا مقامی انتظامِ جماعت کی وساطت سے جمع کروانا شروع کر دیں۔

نیز احباب کی آگاہی کے لئے یہ بھی اعلان کیا جاتا ہے کہ حضور انور نے ایسے احباب کو بھی ادائیگی کی اجازت عطا فرمائی ہے جو گاہے گاہے کوئی رقم مقرر کئے بغیر کچھ نہ کچھ اس مد ”کفالت یکصد یتامیٰ“ میں مقامی انتظامِ جماعت کے ذریعہ حسبِ منشاء جمع کرانا چاہتے ہیں۔

مستحق یتامیٰ یا اُن کے وُرثاء توجہ فرماویں:۔

حضور انور کے ارشاد کے ماتحت امانت ”کفالت یکصد یتامیٰ“ سے ایسے مستحق یتامیٰ کو وظائف دینے کا انتظام ہے جو اپنی پرورش، تعلیم اور مستقبل کی اٹھان کے لئے سلسلہ کی طرف سے مدد لینے کے خواہاں ہوں۔ ایسے بچوں کی والدہ یا ورثاء یتامیٰ کمیٹی کو اطلاع دیں تا اُن کے لئے وظائف کا انتظام کیا جاسکے۔

اُمراءِ اضلاع و مربیانِ کرام کی خدمت میں بھی گذارش ہے کہ جماعت میں سے ایسے گھرانوں کی نشاندہی کر کے یتامیٰ کمیٹی کا ہاتھ بٹائیں تا اُن کی مدد کا مستقل انتظام کیا جاسکے۔

سیکرٹری کمیٹی کفالت یکصد یتامیٰ (دار الضیافت) ربوہ

انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی

حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

"وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا۔ کاش جو میں نے دیکھا ہے لوگ دیکھیں اور جو میں نے سُنا ہے وہ سُنیں اور قصوں کو چھوڑ دیں اور حقیقت کی طرف دوڑیں۔ وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے خدا نظر آتا ہے وہ مَیل اُتارنے والا پانی جس سے تمام شکوک دُور ہو جاتے ہیں وہ آئینہ جس سے اس برتر ہستی کا درشن ہو جاتا ہے خدا کا وہ مکالمہ اور مخاطبہ ہے جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں۔ جس کی رُوح میں سچائی کی طلب ہے وہ اُٹھے اور تلاش کرے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر رُوحوں میں سچی تلاش پیدا ہو اور دلوں میں سچی پیاس لگ جائے تو لوگ اس طریق کو ڈھونڈیں اور اس راہ کی تلاش میں لگیں مگر یہ راہ کس طریق سے کھُلے گی۔ اور حجاب کس دعا سے اُٹھے گا۔ مَیں سب طالبوں کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف (دین حق) ہی ہے جو اس راہ کی خوشخبری دیتا ہے اور دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مدت سے مُہر لگا چکی ہیں۔ سو یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے مہر نہیں بلکہ محرومی کی وجہ سے انسان ایک حیلہ پیدا کر لیتا ہے اور یقیناً یہ سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر کانوں کے سُن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں۔ مَیں جوان تھا اب بوڑھا ہوا مگر مَیں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کھُلی کھُلی معرفت کا پیالہ پیا ہو۔"

(رُوحانی خزائن جلد ۱۰ ص ۴۴۲، ۴۴۳)